"ایٹم بم کے متاثرین کی یادداشتیں"

ان تحریروں کی حوصلہ افزائی کا منصوبہ

ہیروشیما قومی امن یادگاری ہال

برائے متاثرین ایٹمی بمباری

ایٹم بم کے متاثرین کی یادداشتیں

عنوان	مصنف	ایٹمی بمباری کے وقت عمر	صفحہ نمبر
ایٹم بم نے میری دو بیٹیوں کی جان لے لی	ماکی اے فوجی ای	22	1
موت سے بال بال بچ گیا	جیروشیماساکی	14	5
ایٹمی بمباری جھیلنے کا میرا تجربہ	تسونےماتسوتناکا	31	11
ماں کے لئے میرے جذبات	ہیروکوکاواگوچی	8	17
ان گرمیوں کاناقابل فراموش واقعہ	چیوکوشموتاکے	24	23
خوش قسمت رہے تم	توشی اومیاچی	27	29
آنے والی نسلوں کے لئے امن کی خواہش	توکیومائےدوئی	12	35
جنگ کے زخم کبھی نہیں بھرتے	کیوکوفُوجی اے	9	41
میں نے جہنم دیکھی	کیمیکوکووابارا	17	47

ایٹم بم نے میری دو بیٹیوں کی جان لے لی

ماکی اے فوجی ای

- **ایٹمی بمباری سے قبل کی صورتحال**

میرا خاندان یوکوگاوا 1 چومے علاقے میں، یوکوگاوا دریا کے کنارے پل سے سو میٹر مشرق میں رہائش پذیر تھا۔ اس وقت ہمارا خاندان چار افراد یعنی میں، میرا شوہر کیوشی، ہماری تین سالہ بڑی بیٹی کازوکو اور ایک چھ مہینے کی بیٹی کیومی پر مشتمل تھا۔

ایٹمی بمباری سے قبل کی بات جو مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی ہوائی حملے کے خطرے کا سائرن بجتا تھا، تو میں اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر اس خندق کی طرف بچاؤ کے لئے دوڑتی تھی جو زمین میں کھودی گئی تھی ۔ کئی دنوں تک بار بار ایسا ہوتا رہا۔ اور یہ سب آج بھی میری یادداشت میں محفوظ ہے۔

- **ایٹمی بمباری سے نقصان**

6 اگست کی صبح میرا شوہر گھر پر موجود تھا اور اس نے اس دن کام کی چھٹی کی تھی کیونکہ اسے اپنی طلبی کے کاغذات موصول ہوئے تھے۔ چونکہ ہنگامی حالت ختم ہو چکی تھی اسلئے میں گھر کی اوپر والی منزل میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ چھپ چھپائی کھیل رہی تھی۔

اچانک کھڑکی کے راستے آگ کا جلتا ہوا گولہ گھر کے اندر آ کر گرا اسکے ساتھ ہی ہم ماں بیٹیاں فرش کی طرف ایسے گرے جیسے کسی کھائی میں گر رہے ہوں۔

میری بڑی بیٹی کے چلانے کی آواز میرے قدموں کے نیچے سے آ رہی تھی۔ "ماں، میں یہاں ہوں، ماں، میں ادھر ہوں"۔ "کازوکو بیٹی، ماں تمہیں جلد ہی یہاں سے نکال لے گی۔ حوصلہ رکھو"۔ میں نے اسے حوصلہ تو دیا لیکن خود میں اپنی گردن تک کو حرکت دینے کے قابل نہیں تھی، کیونکہ میرا پورا جسم دیوار اور گھر کی مختلف اشیا کے درمیان بری طرح سے جکڑا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی میں نے اوپر سے اپنے شوہر کی آواز سنی جو ہماری تلاش میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے مجھے پکار رہا تھا ۔ "ماکی اے۔۔۔، تم کہاں ہو؟ ماکی اے۔۔۔ "۔ کچھ ہی دیر میں مجھے گرمی کی تپش محسوس ہونا شروع ہوئی۔ میرا شوہر بے بسی کے عالم میں اوپر سے پکار رہا تھا ۔ "شعلے بے حد قریب آ چکے ہیں اور اتنا ڈھونڈنے پر بھی مجھے ابھی تک نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو۔ امید کا دامن میرے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے اور مجھے تمہیں کھو دینے کا ڈر ہے۔ مجھے معاف کر دینا "۔

"میرے پیارے شوہر، میں یہاں ہوں، میں یہاں ہوں"۔ متعدد بار جواب دینے کے باوجود ابھی تک میرے شوہر کو میری موجودگی کی جگہ کا درست اندازہ نہیں ہو سکا تھا ۔ ملبے میں بری طرح سے پھنسے ہوئے، جونہی میں نے اپنے شوہر کی مایوسی کی پکار سنی میں نے گھبرا کہ اپنی چھوٹی بیٹی کو سختی کے ساتھ بھینچ لیا ۔ میرے ہاتھ سے اسکی ناک اور منہ بند ہو گئے تھے اور وہ سانس کیلئے جدوجہد کر رہی تھی۔ میں بدحواس ہو کر چلا اٹھی "میری بچی مر رہی ہے"۔ غالبا میرے شوہر کے کانوں تک یہ آواز پہنچ گئی اور ایسا لگا جیسے وہ واپس آ رہا ہے۔ اس نے ایک بار پھر بے تابی سے ہماری تلاش شروع کر دی۔ وہ مسلسل ہمیں پکار رہا تھا۔ "تم لوگ کہاں ہو؟ کہاں ہو؟"۔ آخر کار وہ ایک چھوٹا سوراخ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے اور پھر ہماری بیٹی کو نکالا۔ سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے میرے لئے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا ممکن نہ تھا۔ لیکن آگ کے شعلے قریب آ رہے تھے۔ ہم سب وہاں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔

اسی دوران اچانک مجھے محسوس ہوا کہ ہماری بڑی بیٹی غائب ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا، "اب کچھ نہیں ہو سکتا، وہ بے حرکت ہو چکی تھی۔ مجھے بے حد افسوس ہے"۔ مجھے دھچکا لگا۔

"کازوکو بیٹی، مجھے افسوس ہے، بے حد افسوس ہے، ہو سکے تو ہمیں معاف کر دینا"۔ اپنی بیٹی سے دل میں معافی مانگتے ہوئے میں چلتی رہی۔

میرے شوہر نے چھوٹی بیٹی کو ایک ہاتھ سے اٹھا رکھا تھا، جبکہ مجھے دوسرے ہاتھ سے سہارا دیتے ہوئے اس جہنم سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی دوران میرا شوہر میری ہمت بندھاتا رہا۔ "ہمت کرو، حوصلہ کرو، تم ایسا کر سکتی ہو۔" دھندلائی آنکھوں کے ساتھ میں اسکا ساتھ دینے کی بمشکل کوشش کر رہی تھی۔ شعلے ہر طرف سے ہمیں نگلنے کیلئے لپک رہے تھے۔ ہمارا گھر آگ سے یقینا مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا۔

اپنے دونوں ہاتھوں میں مجھے اور ہماری بیٹی کو تھامنے کی وجہ سے میرے شوہر کو ہر تھوڑی دیر بعد دم لینے کیلئے رکنا پڑ رہا تھا۔ اسی دوران ہم نے بکھرے بالوں والی ایک عورت کو مدد کیلئے پکارتے دیکھا۔ وہ میرے شوہر کے قدموں سے لپٹ گئی ۔ "میری مدد کرو ۔ میری بیٹی ایک ستون تلے دبی ہوئی ہے۔ اسے نکالنے میں میری مدد کرو"۔ لیکن میرے شوہر نے اس کی درخواست یہ کہتے ہوئے نظرانداز کردی کہ "کاش میں تمہاری مدد کرسکتا۔ لیکن دیکھو میری اپنی بیوی اور بچی کی حالت کتنی ابتر ہے ۔ براہ کرم مجھے معاف کردینا"۔ تب وہ عورت تیزی سے کسی اور سمت کو بھاگ گئی ۔ مسلسل چلتے اور آرام کرتے ہوئے آخرکار ہم شوہر کے ایک دوست کے گھر شنجو پہنچ گئے۔

- **شنجو والے گھر پر**

شنجو میں دوست کے گھر پر ہم نے تین دن قیام کیا۔ ایٹمی بمباری کی دہشت اور خوف کی وجہ سے میرا دودھ خشک ہو گیا تھا، اسلئے میں اپنی بچی کو اپنا دودھ نہ پلا سکی۔ میں اپنے زخمی پاؤں کے سبب بستر میں پڑے رہنے پر مجبور تھی ۔ چنانچہ میرے شوہر کو دودھ کی تلاش میں باہر نکلنا پڑا۔

میرے دل میں یہ خیال بھی آتا تھا کہ ممکن ہے کے مکان کے ملبے تلے دب جانے والی میری بیٹی کو شاید کسی نے بچا لیا ہو۔ جب بھی میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ میں خود تو بچ گئی اور ادھر میری بیٹی مدد کیلئے انتظار کرتی رہی، تو شدّت جذبات میرا کلیجہ پھٹنے لگتا تھا اور میرے آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے تھے ۔

شنجو میں دوست کے گھر پر قیام کے دوران میں نے بہت سے لوگوں کی ایک قطار ایسی بھی دیکھی جن کے جسموں پر جلنے سے بڑے بڑے آبلے پڑے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور مجبوراً مجھے اپنی آنکھیں بند کرنی پڑیں تاکہ میں وہ منظر نہ دیکھ سکوں۔

- **یاما گوچی میں اپنے والدین کے گھر کی جانب سفر**

ایٹمی بمباری کے تین دن بعد ریلوے سروس بحال ہو گئی۔ چنانچہ میرے شوہر نے مجھے اور بیٹی کو ساتھ لیا اور یوکوگاوا اسٹیشن سے ایک کھچا کھچ بھری ٹرین سے یاما گوچی صوبے کے کوگوشی علاقے کا رخ کیا جہاں میرے والدین کا گھر واقع تھا۔ آخرکار ہم کوگوشی پہنچے اور اسٹیشن سے والدین کے گھر پیدل روانہ ہو گئے۔ راستہ میں علاقے کے لوگ ہماری ابتر حالت کو دیکھ کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، "ان لوگوں کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟"۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اور یہ ہمارے جانے پہچانے لوگ تھے۔ میری آواز نہیں نکل رہی تھی اور بس آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ آخرکار ہم والدین کے گھر پہنچ گئے۔

اس رات سے مجھے رہ رہ کر بڑی بیٹی کو بچانہ سکنے کا خیال آتا رہا اور میں کئی راتیں سو نہ سکی ۔ میری اس حالت کے پیش نظر میری بڑی بہن اور والدہ نے مجھے اپنے درمیان لٹا کر سونا شروع کر دیا۔ انھیں ڈر تھا کہ کہیں میں خودکشی نہ کرلوں۔ لیکن اس کے باوجود آدھی رات کو میں خاموشی سے بستر سے نکل آتی اور اپنی بیٹی سے معافی مانگتی رہتی۔ "مجھے معاف کردو ، مجھے معاف کردو، اپنی خود غرض ماں کو معاف کردو"۔ یاما گوچی میں قیام کے دوران میرا شوہر ہیروشیما لوٹ گیا اور ہماری بڑی بیٹی کی باقیات ڈھونڈ نکالیں ۔

چونکہ ابھی تک میں اپنی بچی کو اپنا دودھ پلانے کے قابل نہ تھی، اسلئے میری والدہ نے میری بچی کے دودھ کی خاطر آس پڑوس میں ان عورتوں سے رابطہ کیا جن کے دودھ پیتے بچے تھے۔ میری والدہ نے مجھے کہا کہ " تم زخمی پاؤں کی وجہ سے بستر پر لیٹنے کیلئے مجبور ہو اور تمہاری ایک شیر خوار بچی بھی ہے۔ اس لئے تم گھر واپس جانے سے پہلے بھرپور آرام کرو"۔ اس کے بعد میں نے تقریباً ایک سال تک اپنے والدین کے گھر قیام کیا۔ میرے پاؤں آج تک بھی ٹھیک نہ ہو سکے ہیں ۔

- **ہماری چھوٹی بیٹی کی موت**

یاماگوچی میں ایک سال سے کچھ کم عرصہ گذارنے کے بعد، میں ہیروشیما واپس پہنچی۔ ہم نے یوکوگاوا میں اپنے پرانے گھر کے قریب ایک کرائے کے گھر میں رہنا شروع کر دیا۔

میرا شوہر چھوٹی بیٹی کو اپنے ساتھ عوامی حمام لے جاتا تھا ۔ ایک روز کسی نے چھوٹی بیٹی کو دیکھتے ہوئے میرے شوہر کو بتایا کہ اس کی کمر سوجی ہوئی لگ رہی ہے۔ میرے شوہر نے یہ سوچ کر کہ کہیں یہ چوٹ ایٹمی بمباری کی نہ ہو،اسے اسپتال لے گیا۔ تشخیص میں معلوم ہوا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کے چار مہروں میں پیپ بھری ہوئی ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اسکی دیکھ بھال کیلئے اسے میرے والدین کے گھر بھیج دیا جائے۔ کچھ سالوں بعد جب ہماری بیٹی امی ابو پکارنے کے قابل ہو گئی تو ہم اسے دوبارہ ہیروشیما لے آئے اور اسپتال میں داخل کرا دیا۔ لیکن ہم اسپتال کے اخراجات ادا نہیں کر پا رہے تھے اور اسکے لئے میرے والدین سے بھی مدد لینی پڑ رہی تھی۔ آخر جب ہم مزید اخراجات ادا کرنے کے قابل نہ رہے تو ہم اسے گھر واپس لے آئے۔ ہماری کوششوں کے باوجود وہ بچ نہ سکی اور 1952 میں ہمیں چھوڑ کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئی۔

●امن کی خواہش

میری خواہش ہے کہ اب مزید جنگ نہ ہو، اور دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملا کر جئیں۔ ایک دوسرے کا خیال کرتے ہوئے زندگی گزاریں تو کتنا اچھا ہو اور یہ دنیا کس قدر حسین ہو جائے۔

موت سے بال بال بچ گیا

جیروشماساکی

● 6اگست کی صورتحال

میں ان دنوں طلبہ لازمی مزدوری نظام کے حوالے سے منامی کانون ماچی میں واقع متسوبشی ہیوی انڈسٹریز کے ہیروشیما مشینری ورکس کارخانے جایا کرتا تھا ۔ میں سائی جو سے ریل گاڑی میں سوار ہوتا، پھر شہر کی الیکٹرک ٹرین کے ذریعہ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت میں اپنے کام پر پہنچتا تھا۔ پانچ بہن بھائیوں میں میرا چوتھا نمبر تھا۔ مجھ سے بڑے ایک بھائی اور دو بہنیں تھیں، جبکہ ایک چھوٹی بہن تھی ۔ میرا بڑا بھائی کیوشو میں فوجی خدمات انجام دے رہا تھا۔
جب میں ہیروشیما صوبائی حکومت کے ہیروشیما نمبر دو مڈل اسکول میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا، تب سے تمام کلاسیں معطل کردی گئی تھیں اور میرا ایک کے بعد دوسرے کارخانے میں تبادلہ کیا جاتا رہا۔ 1944 کے اواخر سے میں متسوبشی کانون ماچی کارخانے جانا شروع ہوا تھا۔
ایٹمی بمباری کا تجربہ مجھے 6 اگست کو اپنے اسکول کے چار پانچ دوستوں کے ساتھ وہیں جاتے ہوئے راستے میں ہوا ۔ میرا خیال ہے وہ مقام منامی کانون ماچی سوگو گراؤنڈ کے آس پاس تھا، جو ایٹم بم گرنے کی جگہ سے تقریبا4 کلومیٹر پر واقع ہے۔ اگر میں اس ٹرین میں سوار ہونے کے بجائے اس کے بعد والی ٹرین پکڑتا تو آئی اوئی باشی کے مقام پر ٹرین کے اندر ہوتا اور ایٹمی بمباری کا براہ راست نشانہ بن کر مر چکا ہوتا۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کہ مجھے ایک نئی زندگی ملی ہو۔
ایٹم بم گرنے کے وقت میری پشت کی طرف روشنی کا جھماکہ ہوا تھا۔ مجھے آج بھی اپنی گردن پر محسوس ہونے والی وہ تپش یاد ہے۔ اس خوفناک دھماکے کی شدت سے میں گر پڑا اور بیہوش ہوگیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں نے ارد گرد نظر دوڑائی۔ فیکٹری کی جگہ اب صرف لوہے کا ڈھانچہ تھا۔ دھماکے کی جگہ سے 4 کلومیٹر کے فاصلے پر ہونے کے باوجود، اس کی چھت اڑ چکی تھی ۔
"آخر یہ ہوا کیا تھا؟"۔ میں نے سوچا شاید فیکٹری B-29 کی بمباری کا شکار ہوئی ہے۔ لیکن دوسرے دوستوں کی رائے مختلف تھی ۔" غالباً منامی ماچی کا گیس ٹینک B-29 کی بمباری سے پھٹ گیا ہے"۔ لیکن اس وقت صبح 8:15 بجے کوئی ہنگامی حالت تو نہیں تھی کیونکہ ہنگامی حالت کا انتباہ ختم کیا جا چکا تھا. صبح 8:00 بجے سے پہلے البتہ ہوائی حملے کے خطرے کا سائرن ایک بار بجایا گیا تھا، جو پھر صرف انتباہ میں تبدیل کیا گیا، اور آخر میں 8:05 پر اسے بھی ختم کردیا گیا تھا۔ میں نے خود ہنگامی حالت ختم کئے جانے کا سائرن سنا تھا۔
اس سانحہ کے بعد یہ ہدایت جاری کی گئی، "پورا شہر آگ کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ باہر سے آنے والے لوگ فی الحال اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں"۔ ہم کالی بارش میں مشرق کی جانب روانہ ہوئے ۔ ایبا کو عبور کرکے میں یوشی جیما اور پھر سیندا پہنچا اور پھر ہیجی یاما کی جانب جاتے ہوئے، مایو کی پل کو عبور کیا۔ اس پل کو عبور کرنے سے قبل بہت سے لوگ میری ٹانگوں سے لپٹ لپٹ کر پانی مانگنے لگے ۔ "پانی دے دو، مجھے پانی دے دو"۔ مجھے صرف یہی سمجھ میں آیا کہ یہ لوگ زخمی ہیں۔ لیکن اتنے سارے لوگ کیوں زخمی ہیں اور انکے جسم پر آبلے کیوں ہیں، یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ میں اپنی ٹانگوں سے لپٹ کر پانی مانگنے والے ان لوگوں سے خوفزدہ ہوگیا تھا ۔ "بھائی میں زخمی اور پیاسا ہوں، مجھے پانی چاہئے، مجھے پانی دے دو"۔ خوش قسمتی سے میں ایٹمی بمباری میں زخمی نہیں ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کے میں اتنے سارے زخمی لوگوں کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا تھا، لیکن میرے پاس آگے بڑھنے کے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔
جب میں ہیجی یاما پہاڑ کے پاس سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک فوجی کو دیکھا جس کا پورا بدن سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی تمام جلد اس کے بدن سے لٹک رہی تھی۔ وہ شخص آج بھی میری یادداشت میں محفوظ ہے۔ وہ سانس تو لے رہا تھا لیکن بڑی قابل رحم حالت میں تھا ۔ مجھے دیکھ کر اس نے ایک نعش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا" مجھے اسے ہاتھ گاڑی پر لے جانا ہے۔ بھائی میری مدد کرو، اسے پاؤں کی طرف سے پکڑ کر اٹھاؤ "۔ میں بے حد خوفزدہ تھا، اسلئے ایسا نہ کرسکا ۔ شکر ہے کہ ہیجی یاما پہاڑ کے نشیبی علاقے میں لوگوں کی اکثریت زیادہ زخمی نہیں تھی ۔ اس کی وجہ بمباری کے مقام سے اس علاقے کی دوری تھی۔ اسلئے بہت سے لوگ نعش اٹھانے میں مدد کررہے تھے۔ مجھے لگتا ہے وہ فوجی بھی زیادہ دن زندہ نہ رہا ہو گا ۔
مجھے اندازہ نہیں اس وقت کیا بجا ہو گا جب بالآخر رات کو میں کیتا اسٹیشن پہنچا۔ میری معلومات کے مطابق ایک ٹرین نے کیتا سے سائی جو کیلئے رات میں

روانہ ہونا تھا۔ بالآخر ایک گھنٹہ سے زائد انتظار کے بعد ٹرین آ گئی ۔ کھچا کھچ بھری ہوئی ٹرین میں جب میں سائی جو پہنچا تو وہاں گھپ اندھیرے کے سبب لینے کیلئے آئے ہوئے لوگوں کے چہرے نظر نہیں آ رہے تھے۔ یہ بلیک آؤٹ کا زمانہ تھا اور روشنی کی سخت ممانعت تھی ۔ لوگوں کی صرف آوازیں سنی دے رہی تھیں ۔ "آپ لوگوں نے انتہائی مشکل وقت کا سامنا کیا ہے، سنا ہے بڑی سخت مصیبت آئی ہے"۔

● 7 اگست کے بعد کی صورتحال

ہمیں اطلاع ملی تھی کہ میرے چچا ایٹمی بمباری کے وقت ہیجی یاما کے علاقے میں کام کر رہے تھے۔ لہذا میں اور میری چچی ان کی تلاش میں ہیروشیما کی طرف روانہ ہوئے۔ مجھے اب اچھی طرح سے یاد تو نہیں کہ کس طرح سے ہم ایک ٹرک میں شہر کی طرف روانہ ہوئے اور کیسے ہم وہاں پہنچے، لیکن اتنا یاد ہے کہ ہم 7 تاریخ کو صبح سویرے اس امید پر گھر سے نکلے تھے کہ چچا اُوجینا میں کسی مقام پر قیام پذیر ہیں۔ ہیروشیما نمبر دو مڈل اسکول میں گذارے گئے تین سال کا تجربہ یہاں بہت کام آیا۔ شہر کا نقشہ مجھے ازبر تھا۔ اسی وجہ سے میں نے اپنی چچی کے ساتھ بطور رہنما جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

بالآخر ہم نے اوجینا کے ایک پناہ گزین کیمپ میں چچا کو تلاش کر لیا۔ مجھے یاد ہے کہ ساحل کے قریب واقع ایک گودام کو کیمپ بنایا گیا تھا۔ میں نے یہاں فوجیوں کو لاشیں ملحقہ راہداری میں منتقل کرتے دیکھا۔ "اوہ، یہ شخص ابھی ابھی مرا ہے۔اس کی لاش کو دوسری راہداری منتقل کرنا چاہیئے"۔ایک فوجی نے مجھ سے کہا، "یہ شخص مر چکا ہے، کیا تم اس کو سر کی جانب سے اٹھاؤ گے؟"۔ میں اسقدر خوفزدہ تھا کہ اس کی مدد کرنے سے قاصر رہا۔ چند لوگ دو دو تین تین کے گروپ بنا کر مرنے والوں کو ملحقہ راہداری میں منتقل کر رہے تھے۔ایک 20 سالہ لڑکی کی نعش فرش پر برہنہ پڑی ہوئی تھی ۔اس کا جسم جل کر سیاہ ہو چکا تھا۔

اگرچہ ہم چچا کو اُوجینا سے سائی جو لے جانے میں کامیاب رہے، لیکن گھر پہنچنے کے تین دن بعد 10 تاریخ کو ان کا انتقال ہو گیا۔ان کی تجہیز و تکفین گھر کے قریب ایک قبرستان میں کی گئی۔ میں مدد کیلئے وہیں موجود رہا۔ دو سال بعد میری چچی کا بھی انتقال ہو گیا۔ میری چچی نے بتایا تھا کے چچا نے ان کے ساتھ شادی کے بعد صرف 9 سال ہی ساتھ گزارے تھے۔

● ایٹمی بمباری کے بعد کی زندگی

غالباً اکتوبر کے آخر یا نومبر میں ہیروشیما نمبر دو مڈل اسکول کی کلاسیں بحال کر دی گئیں۔ کانون ماچی کے سابقہ ہیروشیما نمبر دو مڈل اسکول کی جگہ پر ایک کیبن تعمیر کیا گیا، جس کے اندر ہم نے سردی سے کانپتے ہوئے بنا کسی ہیٹر کے، کیبن کے اندر گھستی ہوئی برف میں ٹھٹھرتے ہوئے کلاسیں شروع کیں۔ اس بلڈنگ میں کوئی کھڑکی کوئی روشندان نہیں تھا۔ وہ وقت مجھے آج بھی یاد ہے۔ کانون اسکول بلڈنگ واپسی سے قبل، ہمیں گرلز اسکول کا نتا اور پھر ایک بچ جانے والی پرائمری اسکول کی بلڈنگ عارضی طور پر لے کر دی گئی تھی ۔

میں پڑھائی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ اسکے لئے کلاسیں لینا ضروری تھا تاکہ اچھے نمبر مل سکیں۔ اسقدر سردی میں کلاسیں لیتے ہوئے بھی میں نے شکر ادا کیا کہ کیبن میں ہی سہی، پڑھائی تو جاری ہے۔ 1947 میں، پرانے نظام تعلیم کے تحت مڈل اسکول کے 5 ویں سال کے اختتام پر میں نے اسکول پاس کیا۔ اس اسکول سے فارغ تحصیل ہونے کے بعد میں نے ہیروشیما انڈسٹریل کالج، سینداماچی میں داخلہ لیا۔

انڈسٹریل کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد، 1955 سے 1964 کے دوران، جب آٹوموبائل کی صنعت دنیا میں تیزی سے ترقی کر رہی تھی، میں نے ایک ڈرائیونگ اسکول قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ شروع میں اپنے دوست کے ساتھ ہاتھوں میں کدالیں تھام کر ڈرائیونگ ٹریننگ کورس کے راستے بنائے۔ انڈسٹریل کالج کا تجربہ کام آیا اور مجھے بنیادی علم اور عملی مشق کے لئے انسٹرکٹر ہونے کا لائسنس مل گیا۔ 1960 میں، میں نے بطور چیف انسٹرکٹر شہر کے ایک ڈرائیونگ اسکول میں کام شروع کر دیا۔

1966 میں، میں نے ڈرائیونگ اسکول کی ملازمت چھوڑدی کیونکہ میرے بھائی نے مجھ سے بوڑھے لوگوں کیلئے ایک نرسنگ ہوم چلانے کیلئے مدد مانگی تھی اور میں اس کام کیلئے بخوشی راضی ہو گیا تھا۔ مجھے اپنے بھائی پر فخر ہے کیونکہ اس نے بطور چیئر مین میڈیکل ایسوسی ایشن تک خدمات سرانجام دیں۔ ہم دونوں بھائیوں نے کاروبار چلانے کیلئے آپس میں بہترین تعاون کیا لیکن اچانک ہی میرے بھائی کا دماغی رگ پھٹنے سے انتقال ہو گیا۔ دکھ اور صدمے کی وجہ سے میں تین دن تک سو نہ سکا۔ وہ میاجیما اور یوکی میں واقع اداروں کو جاتا رہتا تھا۔ چونکہ وہ اسپتال کا ڈائریکٹر بھی تھا اسلئے لمبے سفر پر میں ہمیشہ بطور ڈرائیور اسکے ساتھ ہوتا تھا۔ میں نے بطور ڈرائیور اپنے بھائی کے مشن میں اس کی مدد، اپنا فرض سمجھ کر کی۔ میرے بھائی نے اپنی زندگی تعلیم کیلئے وقف کر دی تھی، تو میں بھی ایک اتھلیٹ تھا۔ ہم نے ایک مشترکہ مقصد کیلئے ایک دوسرے سے تعاون کیا تھا۔ میرے بھائی کی موت میرے لئے درحقیقت ایک بہت بڑا صدمہ تھی۔

● **ملازمت، شادی اور مابعد اثرات**

جلد ہی میں اور میری بیوی اپنی شادی کی پچاسویں سالگرہ منارہے ہوں گے۔ جب ہم نے شادی کا فیصلہ کیا تو میری کوشش تھی کہ میں یہ حقیقت اس سے چھپالوں کہ میں ایٹم بم متاثرین میں سے ایک ہوں، کیونکہ میں بخوبی جانتا تھا کہ ایٹم بم متاثرین سے تفریق برتی جاتی ہے۔ لہذا میں نے اپنی بیوی کو اس طرح سے آگاہ کیا، "یقینا میں ایٹمی بمباری کے تجربے سے گذرا ہوں لیکن بم گرنے کے مقام سے میں اس وقت 5 کلومیٹر دور منامی کانون کے کنارے پر تھا جہاں اس وقت میں متسوبشی میں کام کر رہا تھا۔ لہذا مجھے کچھ نہیں ہوا اور نہ ہی مجھے کسی قسم کے زخم آئے"۔ میری بیوی نے اس پر فکر مندی کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ میرا بیٹا جو کہ ایک ماہر ادویہ ہے، اسے اس بارے میں بخوبی معلومات ہیں، اور وہ خود کو ایٹم بم متاثرین کی دوسری نسل میں سے سمجھتا ہے۔ جب میرا بیٹا اور بیٹی پیدا ہوئے تو میں ان کی طرف سے تھوڑا سا فکر مند تھا۔ میں نے خفیہ طور پر اپنی تسلی کروائی کہ ان میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔
ایٹم بم گرنے کے دس سال بعد میری گردن پیچھے سے سوجنا شروع ہو گئی تھی۔ یہ بدنما تو نہیں لگتی تھی لیکن کافی ابھری ہوئی تھی۔ یہ اس جگہ نمودار ہوئی تھی جو پشت سے براہ راست ایٹمی بمباری کے جھماکے کی زد میں آئی تھی ۔ میں نے اس جگہ کی سرجری کروائی لیکن دس سال بعد یہ دوبارہ ابھر آئی۔ اس کے بعد سے یہ مزید بڑھنا بند ہو گئی۔ ایک اور صورتحال جسے ایٹم بم کا شاخسانہ قرار دیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ میرے دانت دوسرے لوگوں کی نسبت تیزی سے کمزور ہوتے گئے۔ چند ایٹم بم متاثرین کے بال بھی اڑ گئے تاہم میرے بال نہیں گرے۔ دراصل ایٹمی بمباری کے مابعد اثرات ایک سے دوسرے شخص میں مختلف ہیں لیکن ایک چیز سب میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ سب ہی جلد تھک جاتے ہیں۔ دوران ملازمت میرا باس مجھے سست سمجھتا تھا، وجہ یہ تھی کہ میں دوسروں کی نسبت اسی طرح کے کام میں جلد تھک جاتا تھا۔ "دیگر لوگ اسقدر کام دیکھ کر نہیں گھبراتے۔ لیکن تم تھک جاتے ہو، کیونکہ تم کاہل ہو"۔ کام کے دوران جلد تھکاوٹ کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔

● امن کی خواہش

میرے نقطہ نظر سے ایٹمی بمباری اور امن کا مفہوم نئی نسل کو بتانے سے پہلے، بتانے والے کو انداز بیان میں تھوڑا سا نیا پن لانا چاہئے۔ ایٹم بم گرنے کے ساتھ ہی بلڈنگیں پلک جھپکنے میں گر گئیں اور لوگ سیکنڈوں میں لقمہء اجل بن گئے تھے۔ لہذا اس طرح کی باتیں بیان کرتے وقت آپ کو اپنے بیان میں تھوڑی سی جدت پیدا کرنی چاہئے۔ بار بار صرف یہی کہنا کہ "سب بہت خوفناک تھا"، یا صفائی پیش کرنا کہ "مجھے افسوس ہے میں ضرور تمندوں کو پانی فراہم نہ کر سکا"، یا" میں صرف اپنی جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا کیونکہ آگ کے شعلے پل کے نیچے پہنچ رہے تھے"۔ اس طرح سے نئی نسل تک کوئی پیغام نہیں پہنچتا۔ یا پھر یہ کہنا کہ "ہمارے ہاں یادگاری امن میوزیم، ہیروشیما یادگاری امن پارک ہے، براہ کرم اسے دیکھیں۔ وہاں امن کے درخت ہیں"۔ اس سے بھی ایٹم بم کی ہولناک تباہ کاریاں واضح نہیں ہوتیں۔ اس طرح کے تاثرات سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ایٹم بم کوئی اتنا بڑا مسئلہ بھی نہیں تھا۔ ہوکائیدو میں

ایک طوفان آیا تھا جو بہت سے لوگوں کی جان لے گیا۔ طوفان کے بعد ہونے والی تباہ کاری کا منظر ایک ویڈیو میں دکھایا گیا۔ ایٹم بم گرنے اور طوفان گذرنے کے بعد کے دونوں مناظر یکساں نظر آتے ہیں۔ یہ ایک واضح اور حقیقی منظر تھا۔ ایک بچہ بھی طوفان کی اصل تباہ کاریوں کا مشاہدہ اس ویڈیو سے کر سکتا ہے۔ اسی طرح ایٹمی بمباری سے بلڈنگیں پلک جھپکنے میں زمین بوس ہو گئیں اور شعلوں میں گھر گئیں۔ لگ بھگ 2 لاکھ افراد اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لہذا حقیقی مناظر کی ویڈیو ایٹم بم کی تباہ کاریوں کو اجاگر کرنے میں زیادہ مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

ایٹم بم گرنے کے کچھ ہی دیر بعد مائی نچی اخبار اور اساہی اخبار کے پیشہ ور فوٹو گرافر ہیروشیما تباہی کے مناظر کی تصویر کشی کیلئے پہنچ گئے تھے۔ ان فوٹو گرافروں نے متعدد بار جنگی علاقوں کی تصویر کشی کی تھی، لیکن ان کا بھی یہ کہنا تھا کہ ہیروشیما میں گرنے والے ایٹم بم کی تباہی کے سامنے ان جنگی علاقوں کی تباہی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ لہذا اس سانحہ کو کس انداز سے بیان کرنا چاہئے؟ میرے خیال میں بیان کرتے وقت تھوڑی سی جدت پیدا کرنا ضروری ہے۔

آخر میں کہنا چاہوں گا کہ جس ہیروشیما نمبر دو مڈل اسکول کا میں طالب علم تھا وہاں کے کئی جونئیر طالب علم ایٹم بم کی تباہ کاریوں کا شکار ہو گئے۔ میری کلاس کے کچھ بچ جانے والے طالب علم حال ہی میں انتقال کر چکے ہیں۔ میں اپنے بھائی کی موت کے بعد بہت تنہائی محسوس کرتا ہوں۔ آج کل میں جسمانی طور پر معذور ہوں اور میری دیکھ بھال میری بیوی کرتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں کم از کم مزید دو سال تک زندہ رہوں گا۔ مجھے خوشی ہو گی اگر میں خود پر بیتنے والی داستان، بستر مرگ پر جانے تک، ممکن ہو تو ہر ہفتے ورنہ ہر دوسرے ہفتے، اپنی نوجوان نسل، بچوں اور پرائمری اسکول کے طلبا و طالبات کو سنا سکوں۔

ایٹمی بمباری جھیلنے کا میرا تجربہ

تسونے ماتسو تناکا

●ایٹمی بمباری کے زمانے میں زندگی

ان دنوں میری عمر اکتیس سال تھی۔ میں کوماچی میں واقع چُو گوکُو ہائیڈرین کارپوریشن (موجودہ چُو گوکُوالیکٹرک پاور کمپنی) میں کام کرتا تھااور اوتے ماچی میں اپنی بیوی می کئے،اور دو بچوں (تین سالہ بیٹے اور سات مہینے کی بیٹی) کے ساتھ ایک کرائے کے مکان میں رہائش پذیر تھا۔ چو گو کو ہائیڈرین کارپوریشن کو جوائن کرتے وقت میری عمر بیس یا اکیس سال رہی ہوگی کیونکہ میں نے اونومی چی مڈل اسکول پاس کیا تھااور فروری 1934 میں اپنا ڈرائیونگ لائسینس حاصل کیا تھا۔ جب میں چو گو کو ہائیڈرین میں تھا تو دو بار مجھے لازمی فوجی خدمات کیلئے طلب کیا گیا۔ پہلی بار ستمبر 1934 سے جنوری 1941 تک،اور دوسری بار ستمبر 1942 سے نومبر 1943 تک۔ دونوں بار میں اسی کام پر لوٹ آیا تھا۔

1945 میں مارچ کے اواخر میں " کُرے " میں زبردست ہوائی حملوں کے بعد میں نے اکثر لڑاکا ہوائی جہازوں کے غول واپس جاتے ہوئے دیکھے۔ میرے مکان میں ہوائی حملے سے بچاؤ کیلئے ایک زمین دوز پناہ گاہ تھی جو شاید پہلے کے مکینوں نے بنائی ہوگی۔ جب بھی ہوائی حملہ ہوتا تھا تو ہم اس پناہ گاہ کی طرف دوڑتے تھے، لیکن چھوٹے بچوں کا ساتھ ہونے کے سبب ایسی صورتحال میں کافی مشکل ہوتی تھی۔ ایک کو سنبھالو تو دوسرا وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتا تھا۔ چونکہ یہ جنگ کا زمانہ تھا اسلئے میں نے سوچا کہ ایسے کام نہیں چلے گا،اسلئے مارچ کے آخر میں اپنے بیوی اور بچوں کو فتامی گن کے واداگاؤں میں مکوایتا علاقے (موجودہ می یوشی شہر مکوایتا ٹاؤن) میں انکے نانا کے گھر پہنچا دیا۔

میں نے گھر خالی کر کے سارا گھریلو سامان کمپنی کے گودام میں رکھ دیا تھا اور انہیں وہاں چھوڑنے کے بعد خود اسی گودام میں عارضی رہائش اختیار کر لی تھی۔ لیکن مئی کے شروع میں جب میں ہفتہ اور اتوار کی چھٹی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ گزار کر اس گودام میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں بمباری ہونے کے باعث سب کچھ جل کر راکھ ہو چکا ہے۔ بدلنے کیلئے کوئی کپڑے بھی نہ تھے اسلئے میں اسی حالت میں واداگاؤں کو واپس لوٹ گیا۔ وہاں میری بیوی نے گرمیوں کے لباس کمونو سے میرے لئے ایک قمیض اور پاجامہ بنا کر دیا۔ میں پیر کے دن پہلی ریل گاڑی سے کام پر پہنچ گیا۔ چونکہ میں اپنا عارضی ٹھکانا کھو چکا تھا اسلئے کام کے ساتھی کی معرفت اوشیتاماچی میں ایک کمرہ کرائے پر لیکر رہنا شروع کیا اور ایٹمی بمباری کے واقعے تک وہیں رہائش پذیر رہا۔

● ایٹمی بمباری سے نقصانات

ان دنوں جب رات میں ہوائی حملہ کا سائرن بجتا تھا تو مجھے میونسپل دفتر کے سیکیورٹی خدمات کے حکم کے تحت، کام والے کپڑے پہن کر رات میں چوکیداری کرنی ہوتی تھی۔ یہ ذمّے داری فوجی تجربے کے حامل افراد کو دی جاتی تھی۔ 5 اگست کی رات بھی ہوائی حملے کے خطرے کا الارم بجایا گیا تھااور میں اپنے لئے مختص کردہ علاقے یاناگی باشی کی چوکیداری پر مامور تھا۔ جس رات چوکیداری کرنی ہوتی تھی اسکے اگلے دن کام پر صبح آٹھ بجے نہیں بلکہ ساڑھے آٹھ بجے پہنچنا ہوتا تھا، لیکن 6 اگست والے دن مجھے ایسا کوئی پیغام نہیں ملا تھا اسلئے میں صبح آٹھ بجے ہی اپنے کام پر کمپنی میں پہنچ گیا۔ اور اسی بات نے مجھے بچالیا۔ کام شروع ہونے میں ابھی آدھ گھنٹہ باقی تھا اسلئے میں عملے کیلئے بنائے گئے زیر زمین غسل خانے میں جاکر رات والے کپڑے دھونے شروع کئے۔ میں کپڑے دھونے کیلئے جھکا ہوا تھا کہ اچانک اپنے سامنے کی طرف سے آنے والے دھماکے کے ساتھ ہی عقب میں دیوار سے جا ٹکرایا اور ہوش سے بیگانہ ہو گیا۔ مجھے سوائے ایک جھماکے کے کچھ یاد نہیں۔ جب مجھے ہوش آیا تو وہاں دھول کے سبب گھپ اندھیرا تھا۔ لیکن جیسے ہی اوپر پانچویں یا چھٹی منزل پر آگ کے شعلے دکھائی دئے، میرا ذہن صاف ہو گیا کہ مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ مجھے اپنے سامنے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ میں صرف اپنی یادداشت کے سہارے راستہ ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا۔ سیڑھیوں کی تلاش میں چیزوں سے ٹکراتا ہوا، بالآخر میں عمارت کے کنارے پر واقع گارڈ روم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں سے میں ٹرام والی سڑک دیکھ سکتا تھا۔ جب میں سڑک تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ٹرام ایک رہائشی مکان کیساتھ ٹکرا کر الٹی ہوئی ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یہ معاملہ سنگین ہے۔ وہاں کوئی نہیں تھا جو مجھے بتا سکے کہ مجھے کس طرف جانا چاہئے۔

ویسے ہماری کمپنی کے جنوب میں واقع ہیروشیما کے فرسٹ مڈل اسکول کے گراؤنڈ کو پناہ گاہ مقرر کیا گیا تھا لیکن مجھے اس بات کا علم نہ تھا اسلئے میں ٹرام کی

پٹریوں کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف چلتے ہوئے شرا کامی کمپنی سے ذرا پہلے دائیں ہاتھ کو مڑ کر تاکے یا چو کے ساتھ ساتھ مشرق کو چلتا گیا۔راستے میں دیکھا کہ ہیروشیما فرسٹ گرلز ہائی اسکول کی باڑ روڈ پر گری پڑی ہے اور ایک لڑکی یا عورت اس باڑ تلے پھنسی ہوئی ہے۔اس کا صرف چہرہ نظر آرہا تھا اور وہ مدد کیلئے پکار رہی تھی ۔لیکن خود میری حالت بری تھی ۔میری پیٹھ میں شیشے کی کرچیاں چبھی ہوئی تھیں اور میری پیٹھ سے خون رس رہا تھا،اسلئے اس عورت کی مدد کرنے کے بجائے میں اپنی جان بچانے میں لگا تھا۔

پھر میں نے "تاکے یا" دریا کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف اترتے ہوئے می یو کی پل کی سمت بڑھنا شروع کیا۔تاکے یا دریا اپنے نام کے برعکس ایک چھوٹا سا نالہ ہے جو نقشے میں بھی نہیں دکھایا گیا ہے۔ یہ نالہ فوکو یا کے نیچے زیر زمین گزرتا ہے۔میں نے اپنے سوا کسی اور کو جان بچا کر بھاگتے ہوئے نہیں پایا ۔البتہ تاکے یا نالے کے اس پار ایک گھر میں کچھ لوگوں کو ملبہ صاف کرتے ہوئے دیکھا جو ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ بڑی سخت مصیبت آئی ہے۔مجھے وقت کا کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن ایسا لگتا تھا کہ کافی وقت گزر چکا ہے۔

می یو کی پل عبور کرنے سے ذرا پہلے مجھے ایک فوجی ٹرک نظر آیا جس میں مجھے اُجینا بندرگاہ تک لفٹ مل گئی ۔وہاں سے میں بذریعہ کشتی نینوشیما جزیرہ جا پہنچا۔وہاں کافی ابتر حالت تھی اور بہت سارے زخمی لوگ پناہ لئے ہوئے تھے۔کچھ ڈاکٹر تو موجود تھے لیکن مجھے اپنی پیٹھ میں چبھے ہوئے شیشے کی کرچیاں نکلوانے کے لئے کوئی معقول علاج میسّر نہ آسکا۔بس انہوں نے میری کمر پر پٹیاں باندھ دیں،اور شیشے کی کرچیاں میری کمر میں چبھی رہ گئیں۔اس رات میں سو نہ سکا کیوں کہ کچھ لوگ پاگلوں کی طرح شور کر رہے تھے،کچھ آہ وفغاں کر رہے تھے۔کچھ ان شور کرنے والوں پر بری طرح غصّہ ہو رہے تھے،اور کچھ سوتے ہوئے لوگوں کے گرد بھاگ دوڑ رہے تھے۔کچھ ان دوڑ بھاگ کرنے والے لوگوں کو غصّے سے ڈانٹ رہے تھے۔6اگست والے دن میں کچھ بھی نہیں کھا سکا تھا۔7اگست کی صبح مجھے بانس کی نلکی میں چاول کا دلیا دیا گیا جسے میں نے ایک خشک آلو بخارے کے ساتھ کھایا۔نینوشیما میں بس یہی میرا کھانا تھا۔

میں نے سوچا اگر یہی حالت رہی تو میں مر نہ جاؤں،اس لئے ایک فوجی سے واپسی کی اجازت حاصل کرکے اسی وقت بذریعہ کشتی اُجینا کی بندرگاہ لوٹ آیا ۔خوش قسمتی سے مجھے وہاں ایک ٹرک مل گیا۔میں نے ڈرائیور سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔اس نے بتایا کہ وہ شہر کی بلدیہ کے دفتر جا رہا ہے۔میں نے درخواست کی کہ وہ مجھے وہیں تک لے جائے،اس نے کہا چلو بیٹھ جاؤ۔بلدیہ دفتر کے دروازے پر پہنچے تو میں اسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے ٹرک سے نیچے اتر گیا اور پیدل اپنی کمپنی کو روانہ ہوا جو وہاں سے ذرا آگے شمال کی طرف واقع تھی۔کمپنی پہنچا تو وہاں استقبالیہ پر عملے کے دو افراد موجود تھے جو مجھے جانتے تھے۔میں نے انہیں اطلاع دی کہ اب میں می یوشی میں واقع اپنی سسرال کو جاؤں گا اور انہیں وہاں کا پتا لکھوا دیا۔پھر میں پیدل کامی یا چو اور ہاچّو بوری سے گزرتے ہوئے او شی تاماچی کی قیام گاہ پہنچا۔وہاں ایک رات گزار کر اگلے دن 8اگست کو ہے ساکا اسٹیشن سے وادا گاؤں کے لئے ریل گاڑی میں سوار ہوا۔میں جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتا تھا کیوں کہ میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی میرے لئے پریشان ہو رہی ہو گی ۔راستے کے حالات مجھے اچھی طرح یاد نہیں مگر صرف اتنا اچھی طرح یاد ہے کہ کوہے پل کے مقام پر بہت سی لاشیں اکٹھی رکھی ہوئیں تھیں۔

- **ایٹمی بمباری کے بعد کے حالات**

جب میں وادا گاؤں پہنچا تو میری پیٹھ میں شیشے کی کرچیاں ابھی تک چبھی ہوئی تھیں۔میں روزانہ دریا پر جاتا تھا جہاں میری بیوی میری پیٹھ کو دھوتی تھی۔ میری پیٹھ پر خون جم کر تارکول کی طرح چپکا ہوا تھا۔جب میری بیوی جمے ہوئے خون کے کھرنڈ کو سوئی سے نکالتی تھی تو شیشے کی کرچیاں بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکل آتی تھیں۔بیوی کے ساتھ دریا پر جا کر جمے ہوئے خون اور شیشے کی کرچیوں کو نکالنے کا یہ عمل ہفتہ دس دن تک جاری رہا۔میرا خیال تھا کہ ساری کرچیاں نکل گئیں ہیں لیکن 1955 کے بعد کے سالوں میں میری پیٹھ میں پیپ بننے لگی تو میں نے سکائی ماچی کے سرجیکل اسپتال میں جا کر بقیہ تمام کرچیاں نکلوائیں۔

وادا گاؤں میں پہنچنے کے کچھ دن بعد جبکہ ابھی میری پیٹھ سے تمام شیشے کی کرچیاں نہیں نکلی تھیں،تو میرے والد او نومچی سے آئے۔ایٹمی بمباری کے بعد

سے ابھی تک میں نے اونومچی میں اپنے رشتے داروں سے رابطہ نہیں کیا تھااس لئے میرے والد یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ شاید میں زندہ نہیں بچا ہوں گا۔ وہ واداگاؤں یہ بات چیت کرنے کے لئے آئے تھے کہ میری موت کی رسم کہاں انجام دی جائے۔ مجھے زندہ پاکر وہ بے حد حیران اور خوش ہوئے، اور برآمدے میں بیٹھ کر صرف سبز چائے پینے کے بعد اونومچی واپس لوٹ گئے۔

میں نے واداگاؤں میں تقریباً تین ہفتہ تک صحت یابی کیلئے قیام کیا۔ اس دوران مجھے اندرونی اعضا میں کوئی تکلیف بھی محسوس نہ ہوئی اور میں بالکل ٹھیک ٹھاک رہا، اسلئے میں اگست کے آخر یا ستمبر کے شروع میں ہیروشیما اپنے کام پر لوٹ گیا۔

کام پر لوٹنے کے کچھ ہی دن بعد مجھے خونی دست آنے لگے۔ مجھے یاد ہے کہ اخروٹ گرنے کے دن تھے اسلئے یہ ضرور وسط ستمبر کی بات ہوگی ۔ میں صحتیابی کے واسطے اونومچی میں اپنی سسرال چلا گیا۔ میری حالت کے پیش نظر میرے ڈاکٹر سمیت سب کو یہ خیال تھا کہ مجھے خونی پیچش لاحق ہوگئی ہے، اور معاملہ مجھے علیحدہ قرنطینہ میں رکھنے کی بات چیت تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن میری بہن نے مجھے اخروٹ والے چاول ابال کر کھلائے، جس کے بعد میری خونی پیچش ٹھیک ہوگئی۔ عجیب سی بات لگتی ہے مگر میں ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اونومچی میں اچھی طرح کھانے پینے سے میں چار پانچ دن میں صحتیاب ہوگیا اور پھر ہیروشیما کام پر واپس لوٹ گیا۔

● جنگ ختم ہونے کے بعد کی زندگی

جب میں کام پر واپس پہنچا تو پتا چلا کہ اور بھی بہت سے ملازمین بے گھر ہو چکے ہیں۔ ہم نے کمپنی کی پانچویں منزل پر ساتھ مل کر رہنا شروع کر دیا۔ شروع میں تو ہم لوگ خود اپنا کھانا بناتے تھے، لیکن بعد میں کمپنی نے ہمارے لئے باورچی کا بندوبست بھی کر دیا۔

چونکہ میں گاڑی چلا سکتا تھا اس لئے مجھے انتظامی ڈیپارٹمنٹ کے مٹیریل سیکشن میں ٹرک ڈرائیونگ کی ذمہ داری سونپی گئی ۔ میں کمپنی سے مٹیریل لے کر ہیروشیما پری فیکچر میں واقع ہر پاور پلانٹ کو پہنچایا کرتا تھا۔

1946 میں میرے بیوی بچے ہیروشیما واپس لوٹ آئے، اور میں ان کے ساتھ رہنے لگا۔ کمپنی کے ساتھیوں نے کام سے چھٹی ہونے کے بعد ہمارے لئے ستون وغیرہ خرید کر اے نومچی میں گھر بنا دیا۔ ہم اس کے بعد 30 سال تک اے نومچی میں رہے۔

بہت سی مشکلات کے باوجود کھانے پینے کے معاملے میں ہمیں سہولت میسّر تھی کیونکہ میری سسرال والے ہمیں چاول بھیج دیا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے پاس کوئی کپڑے اور بستر نہیں تھے کیوں کہ یہ سب میں نے کمپنی کے گودام میں رکھ دیئے تھے جہاں وہ سب جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ پرانے کمونو ادھیڑ کر اسکے کپڑے میں سے ہم زیر جامے وغیرہ بنا لیا کرتے تھے۔ اونومچی میں مقیم والد کی طرف سے بستر وغیرہ حاصل ہوگئے تھے۔ اس طرح ہم نے سب لوگوں کی ہمدردیوں پر انحصار کرتے ہوئے از سر نو زندگی کی شروعات کی تھیں۔

● صحت کے بارے میں

جولائی 1947 میں ہمارے ہاں دوسری بچی کی ولادت ہوئی ۔ مجھے بہر حال اس بات کہ اندیشہ تھا کہ اس کے جسم میں ایٹمی بمباری کے اثرات نہ ہوں ۔ جب وہ کنڈر گارڈن میں تھی تو اگر اسکی نکسیر پھوٹنے پر جلد ہی بند نہ ہو جاتی یا اس میں دوسرے بچوں سے کوئی بات مختلف نظر آتی تو مجھے یہی ڈر لگتا کہ اسکا تعلق ایٹمی بمباری کے اثرات سے نہ ہو۔

جہاں تک میرا تعلق ہے، 1956 میں مجھے معلوم ہوا کہ مجھے ٹی بی کی قسم کا ایک پھوڑا نکل آیا ہے اور میرے خون کے سفید خلیوں کی تعداد 2000 اور بعض اوقات تو مزید کم ہو کر صرف 1000 رہ گئی تھی۔ میرا وزن جو پہلے 65 کلو گرام تھا، وہ بھی تقریباً 8 کلو گرام کم ہو گیا تھا۔ جولائی 1956 سے لے کر ستمبر 1957 تک یعنی ایک سال تین مہینے میں ہاتسوکائیچی ٹاؤن (موجودہ ہاتسوکائیچی شہر) میں ہارا میں واقع ہسپتال میں داخل رہا۔ میں نے کمپنی سے دو

سال چھٹی کی تھی۔ 7 جولائی کو میں ہسپتال میں داخل ہوا تھا، جو تاناباتا(ستاروں کے ملاپ کے) تہوار کا دن تھا۔اس دن صبح ناشتے کے دوران میری دوسری جماعت میں پڑھنے والی بچی نے کہا"ستارے آج ملنے والے ہیں، لیکن ہم بچھڑنے والے ہیں نا؟"۔ یہ سن کر سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

بہر حال میں اسکے بعد بغیر کسی بڑی بیماری میں مبتلا ہوئے ٹھیک ٹھاک زندگی گزار تا رہا۔ البتہ کوئی دس بارہ سال قبل سے پھر دوبارہ خونی دست شروع ہو گئے ہیں۔تب سے میں ریڈ کراس ہسپتال میں داخل ہو کر خون نکلنا بند ہونے تک انجکشن وغیرہ لگواتا ہوں۔

چار سال قبل میرا پراسٹیٹ کینسر کا آپریشن ہوا، جس کے بعد مجھے ایٹمی بمباری کہ متاثرہ فرد ہونے کا سرٹیفیکیٹ دیا گیا۔

- **موجودہ احساسات**

اب میری عمر چورانوے سال کی ہو رہی ہے اور میں شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اتنی طویل زندگی ملی ہے۔اسکے لئے میں اپنی بیوی کا احسانمند ہوں اور بچوں کا بھی کہ وہ میرا اتنا خیال رکھتے ہیں۔میں سب کا شکر گزار ہوں۔

ماں کے لئے میرے جذبات

ہیرو کوکاوا گوچی

- **6اگست سے پہلے کی صورتحال**

ان دنوں میرا گھر کامی تینماچو میں تھا۔ ہمارا کنبہ چار افراد پر مشتمل تھا، یعنی میری ماں، بڑا بھائی، بڑی بہن اور میں۔ میرے والد اومویا توشی او، چین میں ایک جنگ کے دوران 1938 میں مارے جاچکے تھے۔ جن دنوں میرے والد کا انتقال ہوا تھا، ان دنوں میں بہت چھوٹی تھی،اس لئے میں نے اپنے والد کو صرف تصویروں میں ہی دیکھا ہے۔ میرے گھر والے مجھے بتاتے ہیں کہ بچپن میں جب بھی میں اپنے والد کی تصویر دیکھتی تو کہتی کہ "چونکہ ابو کی چپلیں نہیں پیش کی گئیں اسلئے وہ تصویر سے باہر نہیں آئیں گے"۔

میری والدہ کا نام شیزوکو تھا،اور انہوں نے تنہا ہم سب کو پالا۔ دوسروں کے مقابلے میں میری ماں کا تعلیم کی طرف بہت زیادہ رجحان تھا۔ جنگ کا زمانہ تھا، لیکن پھر بھی انہوں نے مجھے خطاطی اور رقص سیکھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ میرے بھائی نے جب مڈل اسکول میں داخلے کا امتحان دیا تو میری ماں روز صبح مندر جاکر میرے بھائی کی کامیابی کے لئے دعائیں کیا کرتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ خاوند کی موت کے بعد، بچوں کیلئے چھوڑی جاسکنے والی چیز صرف تعلیم ہی ہوسکتی ہے۔

اسکے لئے انہیں روزانہ صبح سے شام تک کئی کام کرنے پڑتے تھے۔ جب وہ صبح کا اخبار ڈالنے جایا کرتی تھیں تو میرے بڑے بھائی اور بہن بھی ان کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ اس وقت میں بہت چھوٹی تھی لیکن پھر بھی میں ان کے پیچھے پیچھے چلا کرتی اور یہ بات مجھے آج بھی یاد ہے۔ میری ماں روزانہ کام کاج میں مصروف رہتیں۔ میرے چچا کا خاندان اسی علاقے میں تھا جبکہ میرے دادا کا خاندان ایک قریبی علاقے ہیروسے موتوماچی میں تھا۔

اس زمانہ میں ہمسائے بھی قریبی رشتے داروں کی طرح پیش آتے تھے۔ ارد گرد کے لوگ ہمارا خیال رکھا کرتے اور ہماری مدد کیا کرتے تھے۔

اس زمانے میں کئی اسکولوں میں اجتماعی انخلاء اور دیہی علاقوں کے رشتہ داروں کے پاس انخلاء کیا جارہا تھا۔ میں اس وقت تینما سرکاری اسکول میں تیسری جماعت کی طالبہ تھی، جبکہ میری بڑی بہن سُومی اے بھی اسی اسکول میں چھٹی جماعت میں پڑھا کرتی تھی۔ ہمارے اسکول کو اجتماعی انخلاء کی غرض سے یُوکی چو کے ایک مندر میں منتقل کردیا گیا اور ہم دونوں بہنیں بھی وہیں آکر رہنے لگیں۔ میری والدہ اور بڑے بھائی توشی یُوکی ہر ہفتہ ہمیں ملنے آیا کرتے اور ہمارے لئے شکر قند وغیرہ بھی ساتھ لاتے تھے۔ لیکن ہم دونوں بہنیں ابھی بہت چھوٹی تھیں،اور والدین سے الگ ہوکر رہنا ہمارے لئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ اگر ہم مریں گے بھی تو سب ساتھ ہی مریں گے۔ اس لئے میں ضد کرنے لگی کہ مجھے گھر جانا ہے، مجھے واپس گھر لے چلیں۔ اب سوچتی ہوں کہ اگر میں اُس دن ضد کرکے گھر واپس نہ آتی تو شاید آج میری والدہ اور بھائی سب زندہ ہوتے، کیوں کہ اس صورت میں ایٹمی بمباری والے دن میری ماں اور بھائی ہمیں ملنے کے لیے مندر آئے ہوئے ہوتے،اور ہمارے ساتھ وہیں ہوتے۔

- **6اگست کے دِن کی صورتحال**

6اگست کو چونکہ میری اسکول کی چھٹی تھی اسلئے میں اپنی سہیلی کے ساتھ قریب میں گھومنے نکلی ہوئی تھی۔

میں نے B29 جنگی جہازوں کو اوپر آسمان میں پرواز کرتے دیکھا جو اپنے پیچھے لمبی دھوئیں کی لکیریں چھوڑتے جارہے تھے، تو میں نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں اور کانوں کو ڈھانپ لیا۔ میں نے لاشعوری طور پر ایسا کیا، کیونکہ اس زمانے میں ہمیں یہی سکھایا گیا تھا۔ اور اسی لیے میں نے وہ جھماکا نہیں دیکھا۔

ایٹم بم گرتے وقت میں خوش قسمتی سے ایک گھر کے چھجے کے نیچے کھڑی تھی۔ دیوار کے سائے میں ہونے کی وجہ سے نہ تو میں زخمی ہوئی اور نہ ہی گرمی کی شدت کو محسوس کیا۔ میری سہیلی کو بھی صرف سر میں معمولی سا زخم آیا۔ ہم رینگتے ہوئے ایک دراڑ سے باہر نکل کر گھر کی طرف دوڑے۔

میں گھر پہنچی تو ایٹمی بمباری میں زخمی ماں نے مجھے سنبھالا۔ اس روز میری ماں راشن میں ملنے والے چاول لینے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، گھر کو واپسی کے

دوران راستے میں ایٹمی بمباری ہو گئی تھی ۔میں جیسے ہی گھر پہنچی تو انہوں نے جلدی سے ابتدائی طبّی امداد والا بیگ اٹھایا اور مجھے ساتھ لے کر نکل بھاگیں۔
میں نے اپنے آس پاس دیکھا تو سارے گھر نیست و نابود ہو چکے تھے اور پُل کا جنگلہ بھی جل رہا تھا۔ ہم لوگ پُل پار کرکے "کوئی" کی طرف بھاگنے لگے۔ راستے میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا جو جل کر سیاہ ہو گیا تھا اور پانی کیلئے فریاد کر رہا تھا۔ "مجھے پانی دے دو، مجھے پانی چاہئے"۔ مگر ہم لوگ اپنی ہی جان بچانے میں تھے اسلئے کچھ نہ کر پائے۔ مجھے آج بھی اس بات کا افسوس ہے اور سوچتی ہوں کچھ اور نہیں تو کم از کم اس کا نام ہی پوچھ لیتی۔
بالآخر جب ہم لوگ "کوئی" کے سرکاری اسکول پہنچے تو مجھے احساس ہوا کہ میں تو سارا راستہ ننگے پیر طے کر کے آئی ہوں، اور آج بھی حیران ہوتی ہوں کہ ملبے کے بیچوں بیچ بھاگتے ہوئے میرے پیر زخمی کیوں نہیں ہوئے۔
اسکول کے سارے کمرے اور راہداریاں زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ وہاں میری والدہ کا علاج ہوا۔ انکی ٹانگوں، ہاتھوں اور پیٹھ پر جلنے کے زخم آئے تھے، اور ساتھ ہی ان کا چہرہ بھی تھوڑا سا جل گیا تھا۔ ان کے سر پر ایک گہرا گھاؤ بھی تھا۔ میری ماں کے علاج کیلئے محض ذرا سی دوا ہی لگائی گئی تھی ۔ لیکن اب یاد کرتی ہوں تو یہ بھی واضح نہیں کہ انہیں دوا لگائی بھی گئی تھی یا نہیں۔
پھر میں اپنی والدہ کے ساتھ اوگاواچی ماچی میں بنائے گئے پناہ گزین کیمپ کی طرف چلی گئی ۔ جب ہم کیمپ میں پہنچے تو آسمان سے سیاہ بارش ہونے لگی ۔ ہم نے قریب پڑی ایک جستی شیٹ کی مدد سے خود کو بارش سے بچایا۔ تھوڑی دیر بعد جب بارش تھم گئی تو میرا بڑا بھائی توشی یُوکی بھی وہاں پہنچ گیا۔

ایٹمی بمباری کے وقت میرا بھائی ماتسوموتو انڈسٹریل اسکول میں سال دوم کا طالبِ علم تھا۔ اور طلباء لام بندی کے تحت اُجینا کے ساحل کے قریب کاناواجیما جزیرے پر موجود ایک فیکٹری میں تعینات تھا۔ حملے کے وقت وہ اپنے دوستوں کے ساتھ وہیں جا رہا تھا اور وہ لوگ ابھی می یُوکی پل کے قریب ہی پہنچے تھے کہ ایٹمی بمباری ہوئی۔ اس کے بعد وہ فیکٹری جانے کے بجائے ہماری فکر میں واپس گھر کی طرف دوڑا۔ جس جگہ ہیروشیما الیکٹرک ریلوے کا ہیڈ کوارٹر تھا وہاں راستے کے دونوں اطراف آگ لگی ہوئی تھی، اسلئے وہاں سے گذرنا بالکل ناممکن تھا۔ اس نے اپنا رُخ شودو مڈل اسکول کی جانب کر لیا، اور موتویاسو دریا اور اوتا دریا کو کشتی سے پار کر کے ایک پُل سے گذر کر بالآخر دوپہر کے وقت کانون ماچی پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ گھر کی طرف آتے ہوئے راستے میں ایک کنڈر گارٹن کے ملبے میں دبے ہوئے بچوں نے مدد کیلئے پکارا لیکن وہ ان کی مدد نہیں کر پایا، کیوں کہ وہ جلد از جلد گھر پہنچکر ہماری خیر خیریت معلوم کرنے کی فکر میں تھا۔ بعد میں اس نے بتایا کہ ان کی مدد نہ کر سکنے کا اسے بہت افسوس ہوا۔
بعد میں اس نے بتایا کہ جب وہ گھر کے نزدیک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آگ کی لپٹیں ہمارے گھر کی جانب بڑھ رہی تھیں، اس نے جلدی سے پانی کی بالٹی کی مدد سے آگ بجھا دی۔ چونکہ گھر میں کوئی نہیں تھا تو وہ ہماری تلاش میں اوگاواچی ماچی چلا آیا اور بخیر و عافیت وہاں ہم سے آملا۔

میری والدہ نے بتایا کہ 6 اگست کی صبح میری بڑی بہن اسکول نہیں جانا چاہتی تھی ۔ لیکن میری ماں نہیں چاہتی تھیں کہ میری بہن غیر حاضر رہے کیوں کہ ان کی خواہش تھی کہ وہ یامانا کا گرلز ہائی اسکول میں داخلہ لے۔ انہوں نے معمول کے مطابق اس دن بھی میری بہن کو اسکول بھیج دیا، لیکن پھر وہ کبھی لوٹ کر گھر نہیں آئی۔

- **7 اگست کے بعد کی صورتحال**

دوسرے دن میرا بھائی بہن کی تلاش میں تینیما اسکول روانہ ہو گیا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ایٹمی بمباری کے وقت میری بہن پرنسپل کے دفتر میں صفائی کر رہی تھی۔ میرے بھائی نے اس جگہ ملبے میں اسے بہت تلاش کیا، لیکن اسکول کی عمارت مکمل طور سے ڈھے چکی تھی اور آگ نے ہر چیز کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا جس میں اسکا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

میں امی اور میرا بھائی ہم تینوں، دو تین دن تک اوگاواچی ماچی کے پناہ گزین کیمپ میں رہے، لیکن میری امی میری بہن کے بارے میں بہت فکر مند تھیں اسلئے ہم لوگ گھر واپس چل دیۓ۔

گھر پہنچنے کے بعد میری والدہ بستر کی ہو کر رہ گئیں۔ "کوئی" کے اسکول میں دوا لگائے جانے کے علاوہ، ان کا کوئی علاج نہیں ہوا تھا۔

خوش قسمتی سے ہمارا گھر آتشزدگی سے محفوظ رہا تھا، اسلئے ہماری عدم موجودگی میں پڑوسی ہمارے گھر سے سارے بستر وغیرہ اٹھا کر لے جاچکے تھے اور استعمال کر رہے تھے۔ لیکن جب ہماری چچی او مویا سوئیکو کو صورتحال کا علم ہوا تو وہ ہم پر بہت ناراض ہوئیں اور کہنے لگیں کہ "تم لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تم نے اپنے سارے بستر وغیرہ پڑوسیوں میں بانٹ دیئے ہیں اور اپنی ماں کیلئے کچھ بھی نہیں رکھا"۔ میرا بھائی چونکہ ایک انڈسٹریل اسکول میں محض دوسرے سال کا طالب علم تھا اور میں اپنے اسکول کے تیسرے سال کی طالبہ، یعنی آج کے حساب سے سمجھ لیں تو ہم مڈل اسکول اور پرائمری اسکول کے بچے تھے، اسلئے ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چچی نے ہمارے گھر آنے کے بعد امی کی تیمارداری کے ساتھ ساتھ ہماری دیکھ بھال کی بھی ذمہ داری سنبھال لی۔ میری چچی کے شوہر شیگے او میرے ابو کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ اس وقت یاماگوچی کے فوجی یونٹ میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ حملے کے دو دن بعد وہ اپنی بیوی اور بیٹی نوبوا ے کی فکر میں ہیروشیما لوٹ آئے۔ اس موقع پر اگر چچا اور چچی ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو ہم لوگوں کا پتہ نہیں کیا ہوتا، کیوں کہ امی بیمار تھیں اور ہم دونوں بچے تھے۔

میری ماں خوش تھیں کے ان کے چہرے کا زخم تیزی سے ٹھیک ہو رہا تھا، لیکن ان کی پیٹھ پر موجود جلنے والا شدید زخم بالکل بھی ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔ جب مجھے لگا کے ان کی پشت کے جلے ہوئے زخم سوکھ کر ٹھیک ہو رہے ہیں، لیکن اچانک انکی پشت کی کھال مکمل طور سے اُتر گئی، پھر جو دیکھا تو ان کی کھال کے نیچے بے شمار کیڑے پڑے ہوئے تھے۔ یہ کیڑے ان کی پوری پُشت کے اندر پھیل چکے تھے جبکہ ہمیں ان کا ذرا بھی علم نہ تھا۔ ان سارے کیڑوں کو نکالنا قطعی ناممکن تھا۔ میری امی مچھر دانی میں سویا کرتی تھیں اور ہم دونوں بہن بھائی نے اپنے بستر امی کے ساتھ لگا دیئے تھے۔ میں جب بھی امی کے قریب لیٹا کرتی تو میرے لئے کیڑوں کی بدبُو سے سونا مشکل ہو جاتا۔

حالانکہ میری ماں کے زخم بڑی شدید نوعیت کے تھے لیکن ہم نے کبھی بھی ان کی زبان سے حرفِ شکایت نہیں سنا۔ مثلاً "مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے" یا "مجھے بہت کھجلی ہو رہی ہے" وغیرہ اور نہ ہی پانی کی زیادہ طلب کرتی تھیں۔ وہ صرف آڑو مانگا کرتی تھیں، اور کہا کرتی تھیں "میں آڑو کھانا چاہتی ہوں، میں آڑو کھانا چاہتی ہوں"۔ پھر میری چچی ان کے لئے انو کوچی جا کر کچھ آڑو خرید لائیں۔ اب سوچتی ہوں تو لگتا ہے کہ شاید میری والدہ کو پیاس لگی ہوتی ہو گی۔

4 ستمبر کی صبح کو میری ماں کا انتقال ہو گیا۔ مجھے اور میرے بھائی کو پتہ بھی نہ چلا کہ ہماری ماں اب ہم میں نہیں رہی۔ ہمیں تو اس وقت معلوم ہوا جب میری چچی نے بتایا کہ تمہاری ماں اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ اب سوچتی ہوں تو حیرانی ہوتی ہے کہ پھٹے ہوئے سر اور اتنی شدید بیماری میں وہ کس طرح ایک مہینے تک زندہ رہیں۔ جب فوجی ایک ٹرک میں زخمیوں کو پناہ گاہ لے جا رہے تھے تو میری ماں نے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک انہیں بیٹی کا پتہ نہیں چلتا وہ ہرگز گھر سے نہیں جائیں گی۔ ایک دوسرا شخص جو میری ماں جتنا ہی زخمی تھا، مضافاتی پناہ گاہ میں درست طریقے سے علاج ہونے پر بالکل صحت مند گیا تھا۔ میری ماں میری بہن کے بارے میں بہت فکر مند تھیں، اور جب تک زندہ رہیں اُنہیں یہی اُمید رہی کہ وہ ایک دن اپنی بیٹی کو ضرور دیکھیں گی۔

ہم سب ان کی نعش کو "کوسیکان" کے میدان میں لے جا کر اسی دن جلا دیا جس دِن ان کا انتقال ہوا تھا۔ ان کی موت سے بھی میرے اندر نہ کوئی دُکھ تھا اور نہ ہی میرے کوئی آنسو نکلے۔ شاید میرے جذبات بالکل سُن ہو چکے تھے۔ اس دن بارش بھی ہو گئی تھی، اس لئے میری ماں کی نعش پوری طرح جل کر راکھ بھی نہ بن پائی۔

شہر کی ساری عمارتیں زمیں بوس ہو چکی تھیں سب کچھ جل کر اجاڑ میدان بن گیا تھا، اور ہیروشیما اسٹیشن اور نینو شیما تو ہمارے گھر سے نظر آنے لگے تھے۔ جدھر دیکھو ہر جگہ لاشیں پڑی تھیں۔ دریا میں بہتی لاشوں کو فوجی نکال نکال کر نذرِ آتش کر رہے تھے۔ ایسی لاشیں بھی تھیں جو ایک مہینے سے بھی زائد

عرصہ تک ایسے ہی زمین پر پڑی رہیں اور ہم بڑے آرام سے انکے قریب سے آتے جاتے رہے۔ان دنوں ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایٹم بم یا تابکاری کیا ہوتی ہے اور ہمیں کیا کھانا چاہیئے اور کیا نہیں۔ پھر کھانے کی چیزوں کی قلت بھی تھی اسلیئے ہم بے دھڑک تابکاری سے متاثرہ غذا استعمال کرتے رہے، جن میں دوسرے لوگوں کے کھیتوں میں اُگنے والے شکر قند اور تابکاری سے آلودہ زمین میں مدفون چاول بھی شامل تھے۔

- **ایٹمی بمباری کے بعد کی زندگی**

ماں کے انتقال کے بعد اپنے رشتے داروں پر انحصار کرتے ہوئے ہم لوگ جلد ہی انکے پاس مِدوری ای گاؤں چلے گئے اور وہیں ان کے گودام میں رہنے لگے۔ ہمارے دادا اور دادی پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ایٹمی بمباری کے وقت ہمارے دادا او مویا تو مے کیچی اور ہماری دادی ماتسو نو اپنے گھر کے کمرے میں محفوظ رہے تھے۔ تاہم، مِدوری ای گاؤں پہنچنے کے بعد ہمارے دادا جو پہلے بالکل ٹھیک تھے اچانک بیمار پڑ گئے اور ہماری امی کے انتقال کے پانچویں روز وہ بھی چل بسے۔ ہیروسے موتو ماچی میں ہمارے دادا، دادی کے ساتھ رہنے والے چچا شوسو جو ایٹمی حملے کے وقت وہ گھر کے دروازے پر موجود تھے ان کے بارے میں تاحال کوئی اطلاع نہیں ہے۔

مِدوری ای گاؤں میں زندگی ہماری اب تک کی زندگی سے بہت مختلف تھی اسلیئے بہت سی باتیں ہمیں بالکل سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ ہم ایک سال تک مِدوری ای گاؤں کے اسکول میں پڑھتے رہے اور پھر واپس ہیروسے آ گئے۔ ہم سب نے مل کر تھوڑی سی زمین ہموار کی اور اس پر رہنے کیلئے ایک جھونپڑی بنالی۔ چچا اور چچی ہم سے بالکل اپنے بچوں کا سا سلوک کرتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ والدین کے انتقال کے باوجود بھی میں نے خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کیا۔

میں جوں جوں بڑی ہوتی گئی مجھے اپنے والدین کی زیادہ یاد آنے لگی ۔ میری چچا زاد بہن کو شروع سے ہی ایک پرائیویٹ استاد ٹیوشن پڑھایا کرتا تھا۔ ہم چونکہ بالکل سگی بہنوں کی طرح رہا کرتے تھے اس لئے مجھے اس پر رشک بھی ہونے لگا تھا۔اور میں خود کو تنہا محسوس کرنے لگی تھی۔ میں اپنی شادی تک اپنے چچا کے گھر ہی رہی۔ میرے چچا اپنے گھر میں ہی فرنیچر بنایا کرتے تھے،اور میں ان کے کاروبار کا حساب کتاب رکھا کرتی تھی۔

- **شادی اور بیماری**

اُن دنوں اکثر لوگ اپنا ایٹمی بمباری سے متاثر ہونا چھپایا کرتے تھے۔ خصوصاً عورتوں کیلئے شادی کا مسئلہ ہوتا تھا اسلئے وہ ایٹمی بمباری سے متاثرہ افراد کیلئے مخصوص صحت کارڈ کی درخواست بھی نہیں دیتی تھیں۔ یہ صحت کارڈ ابھی تو میرے بہت کام آرہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایٹمی بمباری سے متاثرہ افراد کے صحت کارڈ کا اجراء شروع ہونے پر، اس کیلئے درخواست دینے سے پہلے میں بھی بہت ہچکچاہٹ کا شکار تھی۔ شادی کا تو میں نے سوچ رکھا تھا کہ چچا چچی جس کو بھی میرے لئے پسند کریں گے اس سے کرلوں گی۔اس طرح میں نے طے کرائی جانے والی شادی کی، اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میرے ہونے والے شوہر کو میرے ایٹمی تابکاری سے متاثرہ ہونے یا نہ ہونے کی کوئی پرواہ نہ تھی ۔

شادی تو ہو گئی لیکن پھر مجھے یہ فکر ہونے لگی کہ میرے ہونے والے بچوں کو کوئی مسئلہ ہو گا یا نہیں۔ مجھے تھائرائڈ کا کینسر ہو گیا۔ میرے بڑے بھائی اور کزن کو بھی کینسر ہو گیا تھا۔ میری بیٹی کے کان میں رسولی ہے۔مجھے شک ہے کہ میری بیٹی کی رسولی کا تعلق شاید ایٹمی تابکاری سے ہے۔

- **امن کی آس**

میں اکثر اپنے بچوں کو ایٹمی بمباری کے میرے تجربے کی داستان سنایا کرتی ہوں۔ میں نے ان کو امن یادگار میوزیم بھی دکھایا ہے اور ایٹم بم گرائے جانے کی صورتحال کے بارے میں بھی انہیں اکثر بتاتی رہتی ہوں۔

پہلے تو روزمرہ زندگی ہی اتنی مصروف تھی کہ میرے پاس اپنے خاندان والوں کی قبروں پر جانے تک کا وقت نہ تھا، لیکن اب اکثر جایا کرتی ہوں اور سب سے کچھ باتیں کر کے گھر واپس آجاتی ہوں۔ اگر میری ماں زندہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت کرتی اور انکا خیال رکھتی۔ اس لئے میں جب بھی اپنی ماں کی عمر کے کسی شخص سے ملتی ہوں تو میں چاہتی ہوں کہ میں جو خدمت اپنی ماں کی نہیں کر سکی وہ جتنی مجھ سے ہو سکے ان کیلئے کروں۔

میں شکر کرتی ہوں کہ جہاں ایٹمی بمباری میں لوگوں کی بڑی تعداد نے اپنی زندگیاں قربان کر دیں، میں اسطرح آج تک صحتمند اور زندہ رہ سکی۔ اپنی آنجہانی والدہ کے بارے میں سوچتی ہوں تو میری خواہش ہوتی ہے کہ میں اپنے بچوں کیلئے صحت کے ساتھ زیادہ لمبی عمر تک زندہ رہوں۔

ان گرمیوں کا ناقابل فراموش واقعہ

چیوکو شموتاکے

- **جنگ کے دوران زندگی**

میں 1921 میں ہیروشیما پری فیکچر کے علاقے یاماگاتا میں واقع، تونوگا گاؤں میں پیدا ہوئی۔ بعد میں اس گاؤں کا نام تبدیل کر کے کاکے چو رکھا گیا، اور آجکل اسے آکی اوتاچو کے نام سے جانا جاتا ہے۔

میں، 1940 یا 1941 میں اپنے والدین کے گھر کو چھوڑ کر پھولوں کی سجاوٹ، چائے کی تقریب اور آداب و اطوار کی تربیت اور اسباق لینے کے لئے تسو تسو گا گاؤں (موجودہ آکی اوتاچو) چلی آئی اور اپنی استانی کے گھر پر ہی رہنے لگی۔ یہ استانی اپنی قابلیت اور سخت گیری کیلیے بہت مشہور تھیں۔ مجھے ان سے سیکھی ہوئی باتوں سے آگے کی زندگی میں بہت مدد ملی۔ کئی سال بعد ان کا انتقال ہونے پر تسو تسو گا گاؤں کے تعلیمی مہتمم کے کہنے پر اپنی استانی کی جگہ میں نے تعلیم دینا شروع کی، اور یوں میرے لئے ان آداب کو سکھانے کے عوض آمدنی کا ایک ذریعہ بھی پیدا ہو گیا۔

اسی حوالے سے میری تونوگا گاؤں کے سربراہ کے بھتیجے کاواموتو ہساشی سے واقفیت ہوئی، اور میں نے مئی 1944 میں اس سے شادی کر لی۔ میرے والد تونوگا گاؤں کے دفتر میں کام کرتے تھے، گویا ہمارا اس گاؤں سے کوئی بندھن تھا۔ شادی کے بعد میں نے اپنے شوہر کے ساتھ اس کے والدین کے گھر میں رہنا شروع کیا۔ میرے سسر کا نام کامے سابرو اور ساس کا نام سیکی یو تھا۔ یہ گھر جس میں ہم چاروں افراد رہتے تھے، ہیروشیما شہر کے علاقے ہیجی یاماہون ماچی میں سرومی پُل کے نزدیک واقع تھا۔ میرے شوہر گھڑیوں کا کاروبار کرتے تھے، لیکن انہیں یہ کاروبار ختم کر کے دوسری جگہ ملازمت کرنی پڑی، کیوں کہ اس گاؤں میں اس جیسی اور دکانیں بھی تھیں جو کہ ضرورت سے زائد ہو گئی تھیں۔ یہ مشکل زمانہ جنگ کا زمانہ تھا جب ایک ہی گھر میں گھر گرہستی کے واسطے دو عورتوں کی موجودگی زائد خیال کی جاتی تھی، اور خواتین کو بھی باہر نکل کر کام کرنے کیلئے کہا جاتا تھا۔ اسلئے میں نے بھی شادی کے اگلے مہینے سے کاسومی چو کے بری فوج کے اسلحہ خانہ میں کام شروع کیا، جہاں میرے سُسر بھی کام کیا کرتے تھے۔

- **ایٹمی حملے سے قبل**

میرے سُسرالیوں کا آبائی گاؤں بھی تونوگا تھا۔ میری ساس 3 اگست کو گاؤں جانے کا ارادہ رکھتی تھیں، تاہم اس دن صبح کو انہوں نے اچانک اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور مجھ سے کہا۔ "پہلے تم چلی جاؤ، میں اوبون تہوار کے موقع پر آؤں گی اور دس دن تک گاؤں میں رہوں گی"۔ میں 3 اگست سے 5 اگست تک اپنے والدین کے ہاں تونوگا گاؤں میں قیام کرنے کے واسطے روانہ ہو گئی۔ جب میں سرومی پُل پار کر رہی تھی تو پیچھے سے میری ساس بھی مجھ تک پہنچیں، اور ایک بہت اچھی دھوپ کی چھتری میرے حوالے کرتے ہوئے کہنے لگیں کہ "اس کو اپنے والدین کے گھر رکھوا دینا، کیوں کہ کچھ معلوم نہیں ہیروشیما پر ہوائی حملوں میں اسکا کیا حال ہو جائے"۔ اپنی بات جاری رکھتے انہوں نے کہا" اپنے والدین کو میرا اسلام کہنا اور 5 اگست کو ضرور واپس آجانا"۔ اس لمحہ مجھے اس بات کا بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ میری ساس سے میری آخری ملاقات ہے۔ لڑکی جب اپنے میکے کو جاتی ہے تو اسکی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے قیام کو طول دے کر زیادہ سے زیادہ آرام کر لے، اسلئے میں نے سوچا کہ پانچ اگست کو رات کی آخری گاڑی سے سسرال واپس جاؤنگی۔ لیکن جب میں واپسی کے لئے آخری گاڑی میں سوار ہونے لگی تو انہوں نے مجھے بٹھانے سے انکار کر دیا اور میں مجبوراً واپس اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ جب میرے والد کو معلوم ہوا کہ میں حسبِ وعدہ واپس اپنے گھر جانے نہیں پائی تو وہ سخت ناراض ہوئے، اور کہنے لگے "وعدہ نہ نبھانا بڑی بری بات ہے۔ ہم کاواموتو فیملی کو کیا جواب دیں گے؟"۔ ساتھ ہی انہوں نے کاواموتو والوں کو ایک ٹیلیگرام دیا کہ " میں چیو کو کل بہر صورت واپس بھیج دوں گا"۔

- **6 سے 9 اگست تک**

اگلے دن (6 اگست کو) جبکہ مجھے صبح سویرے روانہ ہو جانا چاہئے تھا کیوں کہ وعدے کا دن گزر چکا تھا، لیکن میں جانے میں سُستی کر رہی تھی ۔ اگر اس دن میں صبح سویرے روانہ ہو جاتی تو ایٹمی بمباری کے وقت اسکے مرکزی مقام سے زیادہ نزدیک ہوتی۔ جب 8:15 کا وقت ہوا مجھے لگا کہ جیسے روشنی کا جھماکہ

ہوااوراسکے بعد زمین لرزا دینے والا دھماکا ہوا۔اسی دوران میں نے بہت سارے پھٹے اور جلے ہوئے کاغذ ہوا میں تیرتے دیکھے جن پر "ہیروشیما شہر" بھی لکھا ہوا تھا۔اس سے مجھے کچھ اندازہ ہوا کہ ہیروشیما میں ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ذرا دیر میں یہ اطلاع بھی مل گئی کہ ہیروشیما میں ایسی حالت نہیں کہ عورتیں اور بچے وہاں جاسکیں،اسلئے میرے والد خود ہی حالات معلوم کرنے کے لیے پیدل ہیروشیما چل دئے۔پہلے وہ ہیجی یاماہون ماچی میں میرے سُسرالی گھر پہنچے جہاں ہم لوگ رہا کرتے تھے۔ وہاں انہوں نے ہر چیز کو جلا ہوا پایا۔ لیکن وہاں جلی ہوئی باقیات میں انہیں ایک کاغذ نظر آگیا جس پر لکھا تھا کہ "ہم اسلحہ خانے کے ہاسٹل میں پناہ لئے ہوئے ہیں"۔ وہ وہاں چلے گئے جہاں ان کی ملاقات میرے شوہر اور اُس کے والدین سے ہوئی۔میری ساس بری طرح جھلس چکی تھیں اور موت کے دروازے پر دستک دے رہی تھیں۔ میرے شوہر اور اس کے والدین کے حالات معلوم کرنے کے بعد میرے والد اپنے بھائی کو دیکھنے ہیگاشی ہاکوشیماچو چلے گئے۔ میرے چچا کا گھر مکمل طور سے تباہ ہوچکا تھا، اور وہ "کوئی ُ"علاقے کے قرب وجوار میں پناہ لئے ہوئے تھے۔میرا چچازاد بھائی جو طلبہ لام بندی کے تحت عمارتوں کے انخلاء پر مامور تھا،وہ مارا جاچکا تھا۔

میرے والد ادھر ادھر پیدل گھوم پھر کر واپس تونو گاگاؤں پہنچے۔انہوں نے مجھے بتایا کہ میرا شوہر اپنے والدین سمیت اسلحہ خانے میں پناہ لئے ہوئے ہے تو میں 8 اگست کی شام بس کے ذریعہ روانہ ہوئی اور پھر "کابے لائن" والی ریل گاڑی سے ہیروشیما میں داخل ہوئی ۔ راستے میں دیکھا کہ کابے اسٹیشن کے سامنے چوک میں بہت سے زخمی لوگوں کو لٹایا گیا ہے، جو سانس بھی بہت مشکل سے لے پا رہے تھے۔ان کے سر کے نیچے تکیہ کی جگہ ڈبے دھرے تھے۔ اپنے گھر والوں کو تلاش کرنے والے بہت سے لوگ اپنے پیاروں کے نام پکار رہے تھے، لیکن ان میں سے کسی میں بھی جواب دینے کی سکت نہ تھی۔اتنے زیادہ زخمی لوگوں کو دیکھ اپنے گھر والوں کیلئے میری تشویش بڑھ گئی ۔

متاکی اسٹیشن کے قریب ریل گاڑی رک گئی اور مسافروں کو اتار دیا گیا۔ میں اپنے ساتھ چاول اور خشک آلوچے وغیرہ بھی اٹھائے ہوئے تھی جو میکے سے چلتے وقت ساتھ لئے تھے۔ میں وہاں سے اسلحہ خانے کی طرف روانہ ہوگئی، لیکن تاحدِ نظر جلے ہوئے میدان میں مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ کس طرف کو جاؤں۔ایسی کوئی عمارت نظر نہیں آرہی تھی جس سے منزل کی رہنمائی ہوسکے اسلئے میں بھٹکتی پھر رہی تھی، پھر مجھے آگ دکھائی دی ۔ میں نے سوچا کہ وہاں لوگ بھی ہوں گے جن سے راستہ معلوم کرسکوں گی۔قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ آگ سے نعشیں جل رہی ہیں۔پُل کے اوپر، راستوں کے کنارے یاچاولوں کے کھیت ہر جگہ نعشیں جل رہی تھیں ۔ جلتی ہوئی نعشیں دیکھ کر بھی میں کچھ محسوس نہیں کررہی تھی اور نہ ہی ان کی بو کا احساس ہو رہا تھا۔ایسا لگتا تھا کہ میرے جذبات واحساسات مردہ ہوگئے تھے۔

بالآخر 9 اگست رات 3 بجے میں اسلحہ خانے کے ہاسٹل پہنچ گئی۔ میری ساس دم توڑ چکی تھیں۔انکی نعش وہیں موجود تھی کیوں کہ ان کا چند گھنٹے پہلے ہی انتقال ہوا تھا۔ ایٹمی بمباری کے وقت میری ساس کھیت میں نکلی ہوئی تھیں، اس لئے انکا پورا جسم جھلس گیا تھا،انکے چہرے کا نچلا حصہ اور چھاتی راکھ ہوچکے تھے۔ دیکھنے میں انکی بہت افسوسناک حالت تھی۔ میرے سُسر نے بتایا کہ وہ مرنے تک مسلسل کراہ رہی تھیں اور جب کراہنے کی آواز بند ہوئی تو موم بتی جلا کر دیکھا تو انکی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔ دوسرے دن میرے سُسر نے لکڑی کا ایک ڈبہ بنا کر میری ساس کو اس میں لٹایا اور شکر قند کے کھیت میں نظرِ آتش کردیا۔

- میرے شوہر کی موت

ایٹمی بمباری کے وقت میرے شوہر گھر کے اندر تھے، اس لیے وہ جلنے سے محفوظ رہے۔ ظاہری طور پر انہیں کوئی زخم بھی نہ لگے تھے۔اپنی ماں کی چیخ وپکار سُن کر وہ ان کو بچانے کے لئے باہر کھیت کی طرف بھاگے تھے۔

15 اگست کو میں صبح پانچ بجے بیدار ہوگئی ۔ میرے شوہر نے مجھے کہا کہ اتنا جلدی اٹھنے کی کیا ضرورت ہے، لیکن میں نے سوچا کہ آج میری ساس کے انتقال کو ساتواں دن ہے، اسلئے انکی روح کو آرام پہنچانے کے لئے "دانگو" بنانے چاہئیں۔اسکے علاوہ ہم تینوں کے کھانے کے لئے دلیا بھی بنالیا۔ لیکن جب

میں نے اپنے شوہر کو دلیا کھلانا چاہا تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ ہی تین چٹائیوں والے چھوٹے سے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ وہ اس طرح ہم سے جدا ہوا کہ اس کے ساتھ لیٹے ہوئے باپ کو بھی پتا نہ چل سکا۔ میرے شوہر کی نعش پر مکھیاں آنا شروع ہو گئی تھیں اس لئے نعش کو جلد از جلد جلانے کے خیال سے ہم نے اسکی موت کی اطلاع 15 اگست کے بجائے ایک دن قبل یعنی 14 اگست لکھوائی ۔ یوں اسی دن اس کو جلایا جا سکا۔ اس موقع پر بھی میرے سُسر نے لکڑی کا ڈبہ بنایا، اور اس میں میرے شوہر کو لٹا کر نذرِ آتش کیا۔ میری ساس کی چتا کو آگ دِکھاتے وقت میرے سُسر کا غم اور تکلیف سے برا حال تھا، اس لئے میرے شوہر کی نعش کو آگ دِکھانے کیلئے انہوں نے مجھ سے درخواست کی ۔ میرے لئے بھی ایک ایسے شخص کو آگ لگانا آسان نہ تھا جو اُسی روز صبح تک سانس لے رہا تھا۔ لیکن یہ کام کئے بغیر چارا بھی نہ تھا۔ جیسے ہی نعش نے آگ پکڑی تو میرے لئے وہاں ٹھہرنا دشوار ہو گیا۔ میں نے وہاں سے جانے کی کوشش کی تو میری ٹانگیں لرزنے لگیں، میں کھڑی بھی نہیں رہ پا رہی تھی اور مجھ سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ مجھے گھر تک گھسٹ کر جانا پڑا۔ ادھر ادھر ہر جگہ نعشیں جلائی جا رہی تھیں، اس لئے زمین بھی گرم ہو گئی تھی ۔ میری ہتھیلیاں، گھٹنے اور پیر جل گئے۔

دوسرے دِن جب میں اپنے شوہر کی باقیات لینے گئی تو دیکھا کہ دشمن کے جہاز ہمارے سروں پر اُڑ رہے ہیں لیکن ہوائی حملے کے خطرے کا سائرن سنائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ بات بڑی عجیب تھی ۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھ معلوم ہوا کہ جنگ تو ختم ہو چکی ہے۔

- **خودکشی کے لئے زہر سائنائیڈ**

اسلحہ خانے میں موجود تمام عورتوں کو زہر مہیا کیا گیا تھا۔ ہمیں کہا گیا تھا کہ اگر امریکی سپاہی ہماری عصمت دری کرنے کو کوشش کریں تو چونکہ یہ بڑی قابل شرم بات ہوتی اسلئے ایسا وقت آنے پر ہم یہ زہر کھا کر خودکشی کر لیں۔ شوہر کے مرنے پر مجھے لگا کہ اب میرا بھی جینے کا کوئی فائدہ نہیں اسلئے مجھے یہ زہر کھا لینا چاہئے۔ جس وقت میرے سُسر اپنے بیٹے کی موت کی اطلاع درج کرانے گئے ہوئے تھے، میں نے زہر کھانے کے لئے پانی منہ میں لیا تو اسی وقت مجھے خیال آیا کہ جب میرے سُسر واپس آکر مجھے بھی مردہ پائیں گے تو ان کے دل پر کیا گذرے گی۔ میں نے سوچا کہ نہیں مجھے مرنا نہیں چاہئے، کیونکہ اب اپنے سُسر کی دیکھ بھال کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اسلئے میں نے زہر کھانے کا ارادہ ترک دیا۔ میں نے اپنے لمبے بال کاٹ کر اپنے شوہر کے نعش کے ساتھ یہ کہتے ہوئے جلائے کہ " مجھے معاف کر دینا، میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی، یہ میرے جذبات کا اظہار ہیں"۔ اگر میرے سُسر نہ ہوتے تو میں زہر کھا کر کب کی مر چکی ہوتی۔

تونوگا گاؤں واپس آنے کے بعد بھی میں نے سائنائیڈ زہر کو سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ لیکن میرے ایک بھائی نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ زہر میرے پاس رہا تو میں کسی بھی وقت کوئی انتہائی قدم اٹھا سکتی ہوں، اسے مجھ سے لے کر جلا دیا۔ اس زہر کے جلنے کی بُو کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

- **میرے سُسر کی موت**

ایٹمی بمباری کے وقت میرے سُسر اسلحہ خانے میں تھے اور ان کی پشت بہت زیادہ جل گئی تھی، اس لئے وہ پیٹ کے بل سوتے تھے۔ شوہر کے انتقال کے بعد میرا ارادہ تھا کہ اپنے سُسر کے ساتھ تونوگا گاؤں چلی جاؤں۔ لیکن 25 اگست کو وہ بھی خاموشی سے موت کی آغوش میں چلے گئے۔ اس وقت میں محض چوبیس برس کی تھی، ساس، سُسر اور شوہر کی موت کے بعد میں اکیلی تنہا رہ گئی ۔ اس وقت پھر میں نے سوچا کہ اب مجھے مر ہی جانا چاہئے۔ لیکن ان تینوں کی باقیات کو انکے آبائی گاؤں رشتہ داروں کے پاس لے جانا بھی میری ہی ذمہ داری تھی، یہ سوچ کر پھر میں مر نہیں سکی ۔

- **تونوگا گاؤں کو واپسی**

بالآخر 6 ستمبر کو میں اپنے ساس، سُسر اور شوہر کی باقیات ساتھ لے کر تونوگا گاؤں پہنچ گئی۔ میرے شوہر کے رشتے داروں نے ان تینوں افراد کی آخری

رسومات اپنے گھر پر ادا کیں۔ میں چونکہ جسمانی اعتبار سے بہت کمزور تھی اور ان دنوں بیمار بھی تھی اس لئے میرے والدین اور بھائیوں نے اچھی طرح میری دیکھ بھال کی۔ میری آج کی زندگی انہی کی مرہونِ منت ہے۔ ماں باپ اور بھائی بہن کا ہونا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ سب کھانا کھا رہے ہوتے تو میں بھی انکا ساتھ دینے میں کچھ کھا پی لیتی تھی۔ اس زمانہ میں خوراک کی قلت ہوا کرتی تھی ۔ کھانے کا دل نہ چاہتے ہوئے بھی یہ سوچ کر زبردستی کھانا پڑتا تھا کہ نہ کھانا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

تونوگا گاؤں واپسی کے بعد میں کئی مرتبہ اپنے والد کے ساتھ ہیروشیما شہر میں بھی گئی۔ ایک مرتبہ ایک غیر ملکی جنگی قیدی شہر میں میرا پیچھا کرنے لگا۔ پہلے ہی گھوم پھرنے کے بعد میں تھکن سے چور ہو رہی تھی، پھر ماکُورازاکی کے سمندری طوفان کے بعد چونکہ پورے علاقے کے راستے بالکل برباد ہو چکے تھے، تو ان پر چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ بڑی مشکل سے جان بچانے میں کامیاب ہوئی لیکن خوف کی وہ کیفیت مجھے آج بھی یاد ہے۔

- **دوسری شادی**

میں نے 1957 میں دوسری شادی کر لی۔ میرے نئے شوہر کے پہلے سے تین بچے تھے، جن میں سے سب سے چھوٹے بچے کی عمر 2 برس تھی۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ اس شادی سے انکار کر دوں، کیونکہ مجھے بچے پالنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن جب میں نے اس بچے کو دیکھا تو وہ مجھے بے حد معصوم اور پیارا لگا۔ میں نے سوچا کہ اب تو مجھے اپنے بچے ہونے کی امید بھی نہیں ہے، اگر میں اس بچے کی پرورش کروں تو یہ میرے لئے بھی خوشی کا باعث ہوگا۔ یہ سوچ کر میں نے دوسری شادی کیلئے حامی بھر لی۔

- **میری جسمانی حالت**

اب تک میری جسمانی صحت قابلِ اطمینان نہیں تھی، اس سلسلے میں اکثر تشویش لاحق ہوتی رہی تھی۔ میں سب طرح کے ڈاکٹروں کو دکھاتی رہی ہوں۔ دانت نکلوانے کے بعد خون بند نہ ہونے کی وجہ سے مقامی ڈینٹسٹ کے پاس جاتی تو وہ مجھے کہتا ہے کہ کسی اندرونی طبّی معالج کو بھی اپنے ساتھ لے کر آؤ۔

کوئی سات برس پہلے 2001 میں میں اپنی بچہ دانی کے کینسر کا بھی آپریشن کروا چکی ہوں۔ یہ کینسر آنتوں تک پھیل چکا تھا، اس لئے ایک بڑے آپریشن کے ذریعے پچاس سینٹی میٹر تک آنت بھی کاٹنا پڑی۔ بچہ دانی کینسر کے مریض کا ٹھیک ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، کجا یہ کہ یہ کینسر آنت تک پھیل چکا تھا۔ اس کے باوجود میرا بچ جانا ایک معجزہ ہی ہے۔

جس دوران میں بچہ دانی کے کینسر میں مبتلا رہی تھی، مجھے کھانے کا ذائقہ کڑوا لگتا تھا۔ حال ہی میں ویسا ہی کڑوا ذائقہ پھر محسوس ہونے لگا تو ہسپتال جانے پر آنتوں کی بندش تشخیص کرتے ہوئے مجھے ہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔

- **ایٹمی تابکاری کے اثرات**

حالانکہ ایٹم بم کی تابکاری سے میں براہِ راست جلی یا جھلسی نہیں تھی، لیکن مکھیوں نے میرے ہاتھوں، پیروں اور پیٹھ کی کھال میں جگہ جگہ انڈے دے دیئے تھے۔ بعد میں جب میری کھال میں سے لاروے نکلنے لگے تو مجھے اتنی تکلیف ہوتی تھی جیسے کھیاں مجھے کاٹ رہی ہوں۔ میری پشت اُن کے نشانات سے بھری ہوئی ہے اس لئے میں کبھی نہانے کے لئے گرم چشموں یا عوامی حمام کو نہیں جاتی ہوں۔

ہسپتال میں معائنہ کے دوران ڈاکٹر میری پشت کو دیکھنے پر ان نشانات کے بارے میں پوچھتے تو میں انہیں بتاتی کہ یہ ایٹمی تابکاری کے سبب ہیں، تو یہ سوال بھی ہوتا کہ کیا اس وقت میری پشت ننگی تھی، لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

میں سمجھتی ہوں کہ امن بہت ضروری ہے۔ میرے خیال میں جنگ ہرگز نہیں ہونی چاہیئے۔ لڑائی تو گھر میں بھی ہو تو اچھی بات نہیں، ہمیں چاہیئے کہ لڑائی جھگڑوں کو جنم نہ لینے دیں۔

خوش قسمت رہے تم

توشی اومیاچی

- **زندگی اُن دنوں**

میرا جنم متسوگی کے ناکانوشو گاؤں میں 1917 میں ہوا۔ یہ علاقہ آج کل اونو میچی شہر کے ان نوشیما ناکانوشو چو کے طور پر جانا جاتا ہے ۔میرے والد ناکانوشو کے پوسٹ آفس میں ملازم تھے، جبکہ والدہ مکمل طور سے گھریلو خاتون تھیں اور تھوڑی سی زمین بھی کاشت کر لیا کرتی تھیں۔ تین بہنوں کے بعد میں پہلا بھائی تھا اور میرے پیدائش کے دو سال بعد میرا چھوٹا بھائی پیدا ہوا۔ 1924 میں میری چھوٹی بہن پیدا ہوئی لیکن پیدائش کے فوراً بعد انتقال کر گئی اور اس کے کچھ عرصے بعد میری والدہ بھی چل بسیں۔اس کے بعد سے میں اپنے والد کے ساتھ تنہا رہ رہا ہوں۔

1939 میں لازمی فوجی بھرتی کے تحت پانچویں ڈویژن کے فیلڈ آرٹلری کی پانچویں رجمنٹ میں میری تعیناتی کر دی گئی۔اسکواڈ لیڈر کے طور پر میں تین برس تک چین اور ویتنام کے مختلف مقامات پر اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ریٹائرمنٹ کے بعد میں نے اپنے کزن کے ماروکاشی ڈپارٹمنٹ اسٹور کی ہکاری شاخ میں ملازمت اختیار کر لی۔ 1943 میں میں اپنی ملازمت تبدیل کر کے میاجی اسٹیل انڈسٹری کی ہکاری شاخ میں ملازم ہو گیا۔اس کو میرے دادا چلایا کرتے تھے۔ملازمت کی تبدیلی کا سبب یہ تھا کہ کمپنی کا ہیڈ کواٹر میرے والد کے مکان کے قریب تھا،اور یوں میرے لئے اُن کی دیکھ بھال کرنا نسبتاً آسان تھا۔ملازمت تبدیل کرنے کے ساتھ ہی میری شادی بھی ہو گئی،اور میرے بڑے بیٹے کی ولادت اپریل 1944 میں ہوئی۔

اپریل 1945 میں مجھے دوبارہ فوج میں طلب کیا گیا تو میں نے اپنی بیوی اور بچے کو ان نوشیما منتقل کر دیا۔میری تعیناتی ایک مرتبہ پھر فیلڈ آرٹلری کی پانچویں رجمنٹ میں کی گئی تھی۔تاہم اس مرتبہ مجھے رجمنٹ کے ہیڈ کواٹر میں فوجی رجسٹر سنبھالنے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔دفاعی غرض سے بڑے فوجی دستوں کو ملک کے مختلف مقامات کی طرف روانہ کیا جا رہا تھا،اس لئے ہیڈ کواٹر میں فوجیوں کی بہت کم تعداد رہ گئی تھی۔فوجی رجسٹر سنبھالنے والے کی حیثیت میں میرے خصوصی فرائض میں فوجی رجسٹر (روسٹر) بنانے کے علاوہ فوجی جیبی کتب کی تقسیم بھی شامل تھی، لیکن فوجی مشقوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔

میرے افسرِ اعلیٰ سارجنٹ اوکادا بہت ہی عمدہ اور نفیس انسان تھے۔ان کا تعلق جن سیکی کے گاؤں "کوباتاکے" سے تھا۔کوباتاکے کو آجکل جن سیکی کو گین چو کہا جاتا ہے۔چونکہ ہم دونوں ایک ہی کمرے میں کام کیا کرتے تھے،اس لئے وہ میرا بہت خیال رکھا کرتے۔

جون 1945 میں ہمارے فوجی دستے کا نام تبدیل کر کے چوگوکو ملٹری ڈسٹرکٹ آرٹلری ریزرو (چوگوکو 111 یونٹ) رکھا گیا۔ یہ یونٹ ہیروشیما قلعہ کے مغربی طرف تھا۔قلعے کی حفاظتی خندق کے اطراف میں 4 یا 5 دو منزلہ فوجی بیرکیں بنا کر چار اسکواڈرن فوج کو یہاں پر تعینات کر دیا گیا تھا۔

- **ایٹمی حملے سے پہلے کی صورتحال**

فوج سے سبکدوشی کے بعد، میرا ارادہ تھا کہ اپنی سابقہ نوکری دوبارہ اختیار کر لوں گا۔ کمپنی والوں کی بھی یہی خواہش تھی۔اور کمپنی کے سربراہ کی جانب سے مجھے یونٹ میں ایک خط بھی موصول ہوا، جس میں کہا گیا تھا کہ کمپنی میں ایک اہم میٹنگ منعقد کی جا رہی ہے اور مجھے اس میٹنگ میں شرکت کے لئے ہکاری شہر آنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ کمپنی میرے رشتے داروں کی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے فوجی ساتھی یہ سوچیں کہ میں اس علت کا بہانا بنا کر چھٹی کر رہا ہوں اسلئے میں درخواست جمع کرانے میں ہچکچا رہا تھا۔ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ سارجنٹ اوکادا نے میرا مسئلہ حل کرتے کہا کہ "تم پریشان مت ہو، تمہارے لئے چھٹی کا انتظام میں کر دیتا ہوں"۔ان کی خصوصی مہربانی سے مجھے باہر چھٹی پر جانے کا اجازت نامہ مل گیا اور میں 5 اگست بہ روزِ اتوار ہکاری شہر میں تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ میں اگلے دن 6 اگست بروز پیر صبح 9 بجے ہیروشیما پہنچنے والی ریل گاڑی سے واپس یونٹ میں پہنچ جاؤں گا۔

6 اگست کو میں صبح چار بجے ہی بیدار ہو گیا اور ناشتہ سے فارغ ہو کر ہکاری اسٹیشن سے ریل گاڑی میں بیٹھ گیا۔ 8:15 بجے ایٹم بم گرائے جانے کے وقت ،میرا خیال ہے کہ ریل گاڑی ایوا کونی اسٹیشن سے قریب ہی تھی۔بھاپ کے انجن والی ریل گاڑی کے بے تحاشہ شور کے باعث باہر کی کوئی آواز بھی اندر سنائی

نہیں دے رہی تھی، اس لئے ہمیں بم کے دھماکے کی آواز بھی نہیں آئی ۔اچانک کچھ مسافروں نے خبردار کیا کہ "دھوئیں کا ایک بہت بڑا بادل اشتہاری غبارے کی مانند ہیروشیما کے اوپر آسمان میں نظر آرہا ہے"۔ پھر تو تمام مسافر ریل گاڑی کی دائیں جانب کی کھڑکیوں سے دیکھنے لگے۔ ریل گاڑی میں کوئی اعلان نہیں ہوا، اسلئے کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ آخر ہوا کیا ہے۔ ریل گاڑی اسی طرح دوڑتی چلی جا رہی تھی، پھر اچانک اتسوکاا چی اسٹیشن پر رک گئی ۔ ہم سے پہلے والی ریل گاڑی بھی ابھی وہیں کھڑی تھی ۔ چونکہ اس سے آگے کوئی گاڑی ہیروشیما کی جانب نہیں جاسکتی تھی اسلئے تمام مسافروں کو اسی اسٹیشن پر اتر جانے کا کہا گیا۔ اس صورتحال سے میرے لئے مسئلہ بن گیا، کیوں کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں 9 بجے ہیروشیما اسٹیشن پہنچ کر فوری طور پر یونٹ میں حاضری دوں گا۔

اتسوکاا چی اسٹیشن کے سامنے بھاپ کے انجن والی ریل گاڑیوں سے نکلنے والے کالے دھوئیں سے اتنا اندھیرا چھا گیا تھا گویا رات ہو گئی ہو۔ حتیٰ کہ وہاں چلنے والے لوگ بھی ایسے لگ رہے تھے جیسے سائے حرکت کر رہے ہوں۔ لیکن جیسے ہی کالے دھوئیں کے بادل کچھ چھٹے تو میں نے دیکھا کہ قریب ہی ایک فوجی ٹرک کھڑا تھا۔ جب میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنی یونٹ میں واپس پہنچنا ہے، کیا وہ مجھے ہیروشیما قلعہ تک چھوڑ سکتے ہیں، تو وہ ایسے بخوشی راضی ہوئے گویا کہ وہ ابھی ابھی کسی کام سے فارغ ہوئے ہیں۔ یہ دو افراد تھے جن میں سے ایک سارجنٹ اور دوسرا کارپورل تھا۔ ان کے جسم پر بظاہر کوئی زخم بھی نہیں تھا اور وہ دونوں بہت صحتمند لگ رہے تھے۔ شاید یہ لوگ ایٹم بم کے براہ راست اثرات سے محفوظ رہے تھے۔ اگر وہ ابھی بھی بقید حیات ہیں تو میں ذاتی طور پر انکا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

- **ایٹمی بمباری کے بعد شہر کی صورتحال**

مجھے ٹھیک طور سے تو یاد نہیں کہ ان لوگوں نے اتسوکاا چی سے ہیروشیما جانے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا تھا، تاہم اتنا یاد ہے کہ ان لوگوں نے دھان کے کھیت سے نکلنے والی ایک سیدھی سڑک اختیار کی تھی۔ راستے میں ہمیں تباہی سے اپنی جان بچا کر بھاگنے والے لوگ اس طرح مل رہے تھے جیسے بہہ بہہ کر چلے آرہے ہوں۔ ہیروشیما شہر میں داخل ہوئے تو ٹرام کے راستے کے ساتھ ساتھ چلے۔ شہر میں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سارے ہی لوگ یہاں سے جان بچا کر بھاگ چکے ہیں، حتیٰ کہ ہمیں شہر میں کوئی کتا یا بلی تک نظر نہیں آرہے تھے۔

ان لوگوں نے مجھے آئی اوئی پل سے ذرا پہلے اتار دیا، حالانکہ میں نے ان سے ہیروشیما قلعہ تک پہنچانے کی درخواست کی تھی۔ آئی اوئی پل سے میرا یونٹ بہت نزدیک تھا، اس لئے میں نے سوچا کہ میں آسانی سے پیدل پہنچ جاؤں گا۔ لیکن مجھ سے چلا ہی نہیں جا رہا تھا کیونکہ راستہ بے حد گرم تھا۔ میں نے تسموں والے جوتے پہن رکھے تھے جن پر گیٹر بھی لپیٹا ہوا تھا، لیکن میں ایک میٹر تک بھی نہ چل سکا اور وہیں پُل کے سامنے کھڑا رہ گیا۔ ایک قدم آگے بڑھتا تھا تو ایک قدم ہی واپس پیچھے آنا پڑتا تھا۔

اسی حال میں کوئی ایک گھنٹہ گزر گیا۔ پھر اچانک ایسا لگا کہ جیسے نوکیلی سوئیاں میرے جسم میں چبھنے لگیں، موسلادھار بارش شروع ہو گئی تھی۔ یہ ایک سیاہ بارش تھی اور پورے علاقے کو یوں بھگو رہی تھی گویا کسی نے کالا تیل انڈیل دیا ہے۔ لیکن جب میں نے اپنے ہاتھوں سے چہرہ پونچھا تو مجھے کوئی چکناہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ جلتے ہوئے کھلے میدان میں بارش سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی، اسلئے میں وہیں بھیگتے ہوئے بارش تھمنے کا انتظار کرنے لگا۔

بارش تھمتے ہی ماحول تھوڑی دیر پہلے سے بالکل مختلف ہو گیا، اب ٹھنڈک محسوس ہونے لگی۔ بالکل موسم خزاں کی طرح لگنے لگا۔ راستہ جو تھوڑی دیر پہلے گرمی سے جل رہا تھا اب اتنا ٹھنڈا ہو چکا تھا کہ اس پر چلنا ممکن ہو گیا تھا۔

جب میں اپنے یونٹ میں پہنچا تو وہاں بیرکوں کی حالت قابلِ رحم تھی۔ جن جگہوں پر بیرکیں ہوا کرتی تھیں، اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ تمام عمارتیں نیست و نابود ہو کر راکھ کا ڈھیر بن چکی تھیں، جنہیں بارش اپنے ساتھ بہا کر بھی لے جا چکی تھی۔ ایسے صفائی ہوئی تھی کہ جیسے وہاں کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔

سارجنٹ اوکادا موت کی دہلیز پر تھے، ان کا پورا جسم جھلس چکا تھا، تاہم وہ ابھی سانس لے رہے تھے۔ جلنے کے باعث ان کی جسمانی ہیئت پوری طرح تبدیل ہو چکی تھی اور میں تو ان کو تب تک پہچان بھی نہ پایا جب تک انہوں نے مجھ سے بات نہ کی۔ "میاچی! تم خوش قسمت ہو"۔ پھر میں وہاں سے کچھ دیر

کے لئے ہٹ کر دوسری جگہ چلا گیا، لیکن جب شام کو واپس اس جگہ پہنچا تو سارجنٹ اوکادا وہاں موجود نہیں تھے۔ شاید اُن کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا تھا۔

مجھے یقینی طور پر یاد نہیں، لیکن شاید 6اگست کی سیاہ بارش کے بعد ہی میری ملاقات سیکنڈ آرمی فورس کمانڈ کے جنرل ہاتاشن روکو سے یوکوگاوا دریا کے دوسرے کنارے پر ہوئی ۔ مجھے جنرل کے ساتھ موجود ایڈ جوٹنٹ نے حکم دیا کہ "تم جنرل ہاتا کو کمر پر اٹھا کر تین مان دریا پار کراؤ گے، لیکن خیال رکھنا جنرل صاحب بھیگنے نہ پائیں"۔ جنرل ہاتا چھوٹے قد کے تھے۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جنرل ہاتا کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے دریا پار کیا، وہ بالکل بھی بھاری نہیں تھے۔

● **امدادی کاروائیاں**

ایٹم بم کے حملے سے محفوظ رہ جانے والے تقریباً90 کے قریب سپاہیوں کو مغربی پریڈ گراؤنڈ میں جمع کر کے ان کو لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کام سونپا گیا۔ ہم لوگ بہت بڑی تعداد میں لاشوں کو نذرِ آتش کر رہے تھے۔ اگر ایک دن ڈھائی سو ہیں تو دوسرے دن تعداد تین سو ہو جاتی تھی۔ اس طرح لا تعداد لاشوں کو ٹھکانے لگایا گیا۔

اس کاروائی کے دوران خاص طور پر یاد رہ جانے والی بات دو امریکی سپاہیوں کی لاشیں تھیں جو ہیروشیما قلعہ کی سیڑھیوں پر پڑی ہوئی تھیں، یہ یقیناًان جنگی قیدیوں میں سے ہونگے جوان دنوں ہیروشیما قلعہ کے قریب ایک عمارت میں پکڑ کر رکھے ہوئے تھے۔

6اگست کے دن ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، اس لئے میں اپنے 30 ساتھیوں کو لے کر بسکٹ لینے بلدیہ دفتر گیا۔ خیال یہ تھا کہ وہاں بات چیت کرنے پر کچھ کھانے کو مل جائے گا، لیکن ہماری توقع کے بالکل برخلاف بہت کچھ جھگڑا ہونے پر بھی ہمیں وہاں سے کچھ نہ مل سکا۔ پورا دن ہمیں اپنی بھوک بہلانے کے لئے گرم پانی میں چینی ڈال کر پینی پڑی ۔ لیکن 7اگست سے ہمیں دوسرے شہروں سے آئی ہوئی امدادی ٹیموں نے ابلے ہوئے چاول اور بسکٹ کھانے کے لئے دیئے۔

اگست کے مہینے کے اختتام تک ہم لوگ امدادی کاروائیوں میں مصروف رہے اور یہ تمام عرصہ ہم کھلے میدان میں سویا کرتے تھے۔

بالآخر 31اگست کو تمام یونٹس کو توڑنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے۔ جب یونٹس کو توڑ دیا گیا تو فوجی رسد کے گوداموں میں موجود مختلف اشیاء بھی سپاہیوں میں تقسیم کر دی گئیں۔ مجھے فوجی وردی اور کمبل ملے۔ کچھ سپاہی جو دور دراز دیہاتی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے ان میں کچھ کو فوجی اصطبل میں موجود گھوڑے بھی دے دیئے گئے، جن پر سوار ہو کر وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

یکم ستمبر کو میں اتوساکی کی بندرگاہ پر ہمیں لینے آئے ہوئے پانی کے جہاز پر سوار ہوا اور ان نوشیما کو لوٹ آیا۔

● **بیماریوں کی بابت**

ان نوشیما واپسی کے تقریباً دو ماہ بعد ایک کھیت میں پیشاب کرنے کے دوران میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میں نے ایک وقت میں دو لیٹر کے قریب بھورے رنگ کے پیشاب کا اخراج کیا ہے۔ اس کے بعد بھورے رنگ کا پیشاب ایک معمول بن گیا۔ اگلا سال شروع ہوا تو مجھے پیٹ کی بیماریوں کے باعث ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ اس کے بعد میں دوسری مرتبہ جگر کی خرابی کے باعث ہسپتال میں داخل ہوا۔ 1998 میں میرے مثانے میں کینسر ہو گیا، اور مجھے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا اور تاحال میرا علاج جاری ہے۔

ستمبر 1960 میں مجھے ایٹمی بمباری سے متاثرہ ہونے کا کارڈ دیا گیا۔ یہ کارڈ حاصل کرنے سے پہلے میں تذبذب میں تھا کہ آیا کہ مجھے یہ کارڈ لینا چاہیئے یا نہیں؟ تاہم بلدیہ دفتر کے مشورے پر میں نے یہ کارڈ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد جب بھی مجھے کوئی ایسی بیماری ہوتی جس کا تعلق ایٹمی بمباری سے خیال کیا جا

سکتا ہو، تو یہ کارڈ میرے بہت کام آتا۔ اچھا ہوا کہ میں نے یہ کارڈ لے لیا تھا۔

- **جنگ کے بعد کی زندگی**

جنگ کے اختتام کے بعد میں نے ان نوشیما میں ایک جنرل اسٹور کھول لیا تھا۔ یہ اسٹور چونکہ ایک دیہاتی علاقہ میں کھولا گیا تھا اسلئے اس پر دیگر کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ چاول، گیہوں اور تیل بھی فروخت کیا جاتا تھا۔ بعد میں ہم نے اپنی دکان پر چھوٹی موٹی گھریلو استعمال کی بجلی کی مشینیں بھی رکھنی شروع کر دی تھیں۔ ان دنوں ہماری زندگی ہر گز آسان نہ تھی، بس کسی نہ کسی طرح گزارہ ہو جاتا تھا۔ لیکن میں نے اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے یونیورسٹی تک پہنچا دیا۔

1946 میں میری بڑی بیٹی کی پیدائش کے بعد جلد ہی میری بیوی اور بچی کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد 1947 میں نے اپنی موجودہ بیوی سے شادی کر لی، جس سے میرے مزید دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ میرے بچوں کی پیدائش چونکہ جنگ کے بعد ہوئی تھی اسلئے وہ بہت کمزور تھے۔ مجھے یہ بھی تشویش تھی کہ کہیں اسکی وجہ میرے ایٹمی تابکاری کے اثرات نہ ہوں۔ میری بیوی اپنی بیٹی کو اپنے ایٹمی تابکاری کے اثرات والے افراد کی دوسری نسل ہونے کے بارے میں لوگوں کو بتانے سے منع کیا کرتی تھی۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس سے اس کی شادی میں رکاوٹ پڑنے کا امکان ہے۔

- **سینیئر افسر کا ایٹمی بمباری سے انتقال**

میرا خیال ہے کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہتی تو جاپان کا حال بہت برا ہو جاتا۔ میرے خیال میں موجودہ امن بہت زیادہ قربانیوں کا مرہون منت ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایٹمی تابکاری کے براہ راست اثرات سے بچ پایا اور آج بھی زندہ ہوں تو یہ سب سارجنٹ اوکادا کی مہربانی کی وجہ سے ہے، جنہوں نے مجھے شہر سے باہر جانے کی اجازت دی تھی۔ 6 اگست کو وہ ہماری آخری ملاقات تھی جب انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ "میاچی! تم خوش قسمت ہو"۔ اسکے بعد سے مجھے سارجنٹ اوکادا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ طویل عرصے تک میرے ذہن پر ایک بوجھ سا رہا۔ کاش میں ان کو کہہ سکتا کہ "میں آپ کا تہہ دل سے مشکور ہوں، سارجنٹ"۔ میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے میرے بچوں نے سارجنٹ اوکادا کے بارے میں ہر ممکن طریقے سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انٹرنیٹ پر تلاش کیا، باری باری ہر ایک مندر میں فون کر کے پوچھا، اور بالآخر سارجنٹ اوکادا کی قبر تلاش کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

2007 میں مجھ سمیت ہمارے پورے خاندان نے سارجنٹ اوکادا کی قبر پر حاضری دی، اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح گویا میرے سینے سے ایک بہت بڑا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

آنے والی نسلوں کے لئے امن کی خواہش

توکیومائے دوئی

- **اے-بمباری سے پہلے کی زندگی**

1945 میں میں اپنی ماں اور دو بڑی بہنوں کے ساتھ کوسونو کی چواچّومے میں رہتا تھا۔ اگرچہ میں میساسا مڈل اسکول کے درجہ جدید میں پہلی جماعت کا طالب علم تھا، میں ہر روز فیکٹریوں اور دیگر مقامات میں طالب علموں کو متحرّک کرنے کے پروگرام کے تحت کام کیا کرتا تھا چنانچہ میں نے کبھی بھی اسکول کی کلاسوں میں شرکت نہیں کی. میں اپنے چالیس ہم جماعتوں کے ساتھ مل کر نسان موٹر کمپنی لمیٹڈ فیکٹری میساساہون ماچی تین چومے میں کام کرتا تھا۔ میری دونوں بڑی بہن میں بھی کام کرتی تھیں۔ کازوئے ہیروشیما ڈاک سیونگز برانچ میں اور تسورے فوج کے کپڑے کے ڈپو میں کام کرتی تھی۔

- **6 اگست**

اس صبح بھی میں نسان موٹر کمپنی لمیٹڈ میں اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ ایک متحرک طالب علم کے طور پر کام کر رہا تھا۔ میرے ہم جماعت کارخانے بھر میں بکھرے ہوئے تھے اور میری ڈیوٹی دفتر میں تھی جہاں میں مختلف قسم کے کام سرانجام دیتا تھا مثلاً جب فیکٹری سے حکم آتا تو میں کارکنوں تک پرزے پہنچاتا تھا۔ اس وقت بھی کچھ پیچوں کے لئے درخواست آئی ہوئی تھی، چنانچہ میں دو ڈبے ہاتھ میں لے کر دفتر سے نکلا اور دفتر کے پیچھے واقع فیکٹری کی طرف چلنا شروع کیا۔ اچانک گیس کے چولہے کے شعلے سے مشابہ ایک نیلے رنگ کی روشنی نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔ مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے میں ہوا میں اڑ رہا ہوں۔

میں نے سوچا کہ ہم اچانک ہونے والے بم دھماکے کی زد میں آگئے ہیں، اگرچہ فضائی حملے کا الرٹ واپس لے لیا گیا تھا اور ہم مکمل طور پر بے بس تھے۔ میں نے فوری طور پر سوچا، "اوہ، میں مرنے جارہا ہوں..."

مجھے علم نہیں کہ کتنے منٹ اس حالت میں گزرے مگر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میں زمین پر پڑا تھا. تھوڑی دیر بعد، جیسے آہستہ آہستہ دھند صاف ہو رہی ہو، میری بصارت بحال ہوگئی اور میں نے سوچا کہ "میں زندہ ہوں!"

میں ایک قریبی گیس سلنڈر پر گرا ہوا تھا اس نے میرے ہاتھوں کی جلد کو چھیل دیا تھا۔ بعد میں سوچنے پر مجھے یاد آیا کہ اے-بم کے گرنے کے وقت میں سر سے گنجا تھا اور آدھے بازو اور گول گلے والی شرٹ اور نیکر پہنے ہوئے تھا جسکے نتیجے میں میری ننگی جلد بری طرح جھلس گئی. فوری طور پر مجھے اپنے بری طرح جھلسنے کا احساس نہیں ہوا، اور نہ کسی قسم کا درد محسوس ہوا۔ چونکہ میں اپنے ساتھ کام کرنے والے کسی بھی ہم جماعت کو نہیں دیکھ سکا، میں نے اپنی فیملی کے متعلق سوچا اور گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ جب میں نے چلنا شروع کیا تو میں نے فیکٹری کے بڑے دروازے کی طرف دیکھا جس پر دستک ہو رہی تھی اور تین آدمیوں کو وہاں نیچے پھنسا ہوا پایا۔ کچھ قریبی لوگوں کی مدد سے ہم انہیں دروازے کے نیچے سے نکالنے کے قابل ہوگئے اور اسکے بعد سب نے کہا بھاگو، بھاگو اور فیکٹری سے بھاگ نکلے۔

- **اے-بم دھماکے کے بعد کی صورتحال**

شہر مکمل طور پر منہدم عمارتوں اور دیواروں سے ڈھکا ہوا تھا اور مجھے سڑک پر کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سلگنے والی آگ کی طرح کا دھواں ہر جگہ پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ گلیوں میں چلنے والے سب لوگ جھلسے ہوئے تھے اور کچھ بچوں کو دبوچے ہوئے بھاگ رہے تھے۔

لکڑی کے ملبے اور ڈھیر کے اوپر چلتے ہوئے ایک کیل میرے جوتے کے نچلے حصے کے ذریعے میرے پاؤں میں گھس گیا لیکن اس وقت میں اتنا ڈر گیا تھا کہ میں کسی طرح کا درد محسوس نہیں کر سکا. میں نے اپنے پاؤں کے نیچے ملبے سے کراہنے کی آواز، اور مدد کی پکار سنی اور جیسے وہ ایک دوزخ کا منظر ہو۔ میں خود بہت پریشان تھا اور مدد کے لئے چلاتے ہوئے ان لوگوں کی مدد کئے بغیر، میں بس اپنے گھر کی طرف چلتا رہا. جب میں گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ہمارا گھر مکمل طور پر تباہ ہو چکا تھا. اگرچہ میری ماں اور بہنوں کو وہاں ہونا چاہیے تھا لیکن میں نے انکی موجودگی کی کوئی علامت نہیں دیکھی. جیسا کہ میں صرف بارہ

سال کی عمر کا تھا، فوری طور پر تشویش کا احساس مجھ پر غالب آگیا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ میں اس دنیا میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ میں نے اپنے پچکے ہوئے گھر کو تھوڑی دیر کے لئے غائب دماغی کی حالت میں گھورا اور سوچا کہ یہ انجام ہے۔ ایسا کرتے وقت میں نے قریبی لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ " آگ پھیل رہی ہے. یہاں سے دور چلے جاؤ" اور میں نے آہستہ آہستہ فرار ہونے کا عزم کیا.

جیسے ہی میں نے مضافات میں پناہ گاہ کی طرف، جسکا تعین میرے خاندان نے پہلے ہی کیا ہوا تھا، چلنا شروع کیا، میرا اسامنا میرے ایک ہم جماعت ناکامورا، جو کہ میرے ساتھ ایک ہی فیکٹری میں کام کرتا تھا، سے ہوا۔ وہ ییتا کی چو میں اپنے رشتے داروں کے گھر میں پناہ لینے کے لئے جا رہا تھا اور اس نے مجھے بھی یہ کہتے ہوئے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی کہ "چلو ساتھ چلیں"۔

چونکہ ییتا کی چو ایک پہاڑی پر واقع تھا جہاں بہت کم نقصان ہوا تھا ہم نے کچھ ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں کے ساتھ تھوڑے سے تباہ ہوئے ہوئے گھر دیکھے۔ اس کی چچی نے کہا کہ "خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے ہو اس نے ہمیں چاولوں سے بنی ہوئی گیند دی لیکن مجھے بالکل بھوک نہیں تھی اور میں کچھ بھی نہیں کھا سکتا تھا. آخر کار میں آرام کرنے کے قابل ہوا اور میں نے اپنے جسم میں درد محسوس کرنا شروع کر دیا، اور محسوس کیا کہ میرے ساتھ کچھ گڑ بڑ ہے. میں ہر اس جگہ سے جہاں کپڑے نہیں تھے جھلسا ہوا تھا۔ اور میرے جسم پر اسقدر چھالے تھے کہ انکے اندر پانی بہتی ہوئی موجوں کی طرح حرکت کر رہا تھا۔ میں نے ٹوپی بھی نہیں پہنی ہوئی تھی اسلئے میرا سر بھی جل چکا تھا اور درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں. اگرچہ کہا جاتا ہے کہ اگر آپ کے جسم کا ایک تہائی حصہ جل جائے تو آپ کو مر جانا چاہیئے، مجھے لگتا ہے کہ میرا جسم اس سے بھی زیادہ جل چکا تھا۔

دوپہر سے کچھ وقت پہلے بارش ہونا شروع ہو گئی اور میرے جلتے ہوئے جسم کو کچھ راحت ملی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لئے بارش کو اپنے جسم پر برسنے دیا۔ . گرتی ہوئی بارش کو میں نے قریب سے دیکھا تو وہ پٹرول کی طرح چمک رہی تھی. اگرچہ اس وقت مجھے بالکل سمجھ میں نہیں آیا، بعد میں مجھے احساس ہوا کہ یہ تابکار "سیاہ بارش" تھی.

اس کے بعد، میں نے ناکامورا سے اجازت لی اور اوریاسومورا {موجودہ آسامی نامی کو، ہیروشیما شہر} جو ہماری پناہ گاہ تھی کی طرف دوبارہ چلنا شروع کیا۔ میرا جسم مسلسل جل رہا تھا، لہذا میں نے قریبی کھیت سے کچھ کھیرے اور ککڑی لے کر ان کا رس اپنے زخموں پر نچوڑا اور چلنا جاری رکھا۔

آخر کار جب میں اسکول پہنچا تو امدادی مرکز کھلا ہوا تھا اور پکڑی ہوئی ٹُونا مچھلیوں کی طرح قطار میں لیٹے زخمی لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہاں مجھے پہلی بار طبّی امداد ملی ار وہ بھی صرف انہوں نے کچھ کھانا پکانے کے تیل کو میرے زخموں پر لگایا۔ . اسکول اے-بم دھماکے کے متاثرین کے ساتھ اتنا ذیادہ بھرا ہوا تھا کہ مجھے ایک دوسری پناہ گاہ میں بھیج دیا گیا- جب میں وہاں منتقل ہوا تو غیر متوقع طور پر میری ملاقات اپنی بہن سُورُوئے سے ہوئی. وہ گھر میں تھی جب اے-بم گرایا گیا تھا اور اس نے پٹی اپنے زخمی سر کے گرد لپیٹ رکھی تھی . آخر میں ایک رشتہ دار سے ملاقات کرنے کے قابل ہوا تو میں نے سوچا، " ،آخر میں اکیلا نہیں ہوں،" اور میں نے اطمینان محسوس کیا۔ میری بہن نے مجھے بتایا کہ ہماری ماں محفوظ تھی اور ہم اسے تلاش کرنے کے لئے گئے. میری والدہ اے-بم گرنے کے وقت برآمدے میں تھی اس کی ٹانگ پر گہرا زخم آیا تھا اور اسکا چہرہ بھی جھلسا ہوا تھا. اس کے بعد، ہم اپنی دوسری بہن کازوئے سے ملے جو ہیروشیما پوسٹل بچت کی شاخ میں کام کرتی تھی۔

ہم جنگ کے اختتام تک وہاں رہے. میرے ارد گرد کے لوگ یہ کہنا شروع ہو گئے کہ میں ذیادہ دیر تک زندہ نہیں رہوں گا۔ ایک ڈاکٹر کو "گونومورا" بھیجا گیا، چنانچہ مجھے ایک دوپہیوں والی گاڑی پر ڈال کر طبّی امداد کے لئے لے جایا گیا. یہ پہلا موقع تھا جب کچھ سفید رنگ کی ادویات کے ساتھ میرا علاج کیا گیا اور میں نے کچھ اصلی طبّی امداد حاصل کی۔ طبّی امداد حاصل کرنے کے باوجود میرے زخم اتنے سنگین تھے کہ میں اپنے کپڑے اتار نہیں سکتا تھا بلکہ ان کو قینچی کے ساتھ کاٹ کر اتارنا پڑا- مجھے تیز بخار تھا اور میں بیت الخلا تک صرف اسوقت جا سکتا تھا جب کوئی مجھے سہارا دیتا۔ خود زخمی ہونے کے باوجود، میری ماں نے میری "اپنے سب سے کم عمر بچے اور واحد بیٹے" کی دیکھ بھال کی- مجھے یاد ہے کہ میری ماں رات بھر جاگتی رہتی اور رکے بغیر مجھے پنکھا جھلتی رہتی اور کہتی رہتی بہت گرمی ہے کیا ایسا نہیں ہے؟" جب میرے زخم ٹھیک ہونا شروع ہوئے، میرے ناک سے اکثر خون بہنے لگا— کبھی کبھی خون اسوقت تک بہتا رہتا جبتک

ڈاکٹر اسے روکنے کے لئے انجکشن نہ لگاتا۔

میں آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگا اور مقامی اسکول میں جانا شروع کر دیا. اس اسکول میں تین طالب علموں کو اے-بم-دھماکے سے متاثر ہونے کے بعد ہیروشیما شہر سے منتقل کیا گیا تھا۔

ستمبر میں، مجھے ہیروشیما کے بارے میں تجسس ہونے لگا اور میں خود ہی ہیروشیما شہر کی طرف جانے والی بس میں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے گھر کے کھنڈرات کے قریب میرے پڑوسیوں نے کچھ جھوپڑی نما بیرکیں تعمیر کی ہوئی تھیں اور وہ ان میں رہائش پزیر تھے میں نے ان سے بات جیت کی۔ ارد گرد کچھ دوسری جھونپڑیاں بھی تھیں جو کچھ حد تک بارش سے تحفظ فراہم کرتی تھیں۔ میں نسان موٹر کمپنی لمیٹڈ فیکٹری گیا، جہاں میں اے-بم دھماکے کے دوران تھا وہاں میری ملاقات پلانٹ مینیجر سے ہوئی. اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کس طرح تھا اور اے-بم-دھماکے کے بعد کیا ہوا تھا مجھے خوف سے جھرجری آگئی جب اس نے مجھے بتایا کہ دفتر میں اے-بم کہ وجہ سے ایک عورت کی آنکھ کے ڈیلے باہر آگئے تھے-اسی دفتر میں جہاں میں اے-بم دھماکے سے کچھ دیر پہلے تک تھا-اس کے بعد میں نے نہ ہی اپنے چالیس ہم جماعتوں، جو اس فیکٹری میں میرے ساتھ کام کرتے تھے، کو دیکھا اور نہ ہی ان کے بارے میں کچھ سنا-

- **اپنی زندگی کی تعمیر نو**

دو یا تین سال کے بعد، میں اپنے مستقبل کے لئے ہیروشیما شہر منتقل ہو گیا کیونکہ دیہی علاقوں میں روزگار کے مواقع موجود نہ تھے. جیسا کہ میرا کوئی تعلیمی پس منظر نہ تھا، ملازمت تلاش کرنا بہت مشکل تھا. تاہم، میں نے تعمیراتی مقامات پر اخبار کی ترسیل کی اور خود کو زندہ رکھنے کے لئے اسی طرح کے دیگر کام کیئے۔

جب میں تئیس سال کا تھا، میں نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ مجھے اپنی ہونے والی بیوی کو سب کچھ بتانا چاہئے چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ میں اے-بم کے متاثرین میں سے زندہ بچنے والا ہوں. سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے میرے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا. اس وقت اخبارات اور میڈیا میں اے-بم کے متاثرین کو مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں معلومات کا ایک بہت بڑا انبار تھا لیکن میں نے اس بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی. میں ستائیس سال کا تھا جب میرا پہلا بیٹا پیدا ہوا تھا اور یہ کہ اسی سال میرے سالے نے مجھے تویو انڈسٹریز کمپنی {موجودہ مزدا موٹر کارپوریشن} نوکری دلوادی. اس وقت تک، میں مسلسل زریعہ روزگار کو تبدیل کرتا رہتا تھا، لیکن میرے سالے نے صبر اور محنت سے کام کرنے کے لئے میری حوصلہ افزائی کی، لہذا میں نے اپنے بچے کے لیے مشکلات کا حوصلہ مندی سے سامنا کرنے کے عزم کے ساتھ نئے کام کا آغاز کیا.

- **صحت کے بارے میں تشویش**

ساتھی کارکنوں کے ساتھ جو رات گئے تک میرے ساتھ کام کرتے تھے بات چیت کرے ہوئے میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو آاوئی پل پر اے-بم سے متاثر ہوا تھا۔ چونکہ وہ اے-بم کے مرکز کے قریب اس بم سے متاثر ہوا تھا، میں اس کے حالات سن کر حیران رہ گیا۔ اسے جوہری بم کے متاثرین کے لئے بنائے گئے کمیشن کی طرف سے جسمانی امتحان سے گزرنے کی درخواست کی گئی تھی-چونکہ ہم دونوں اے-بم کے متاثرین تھے، ہم آپس میں بات جیت کرنے میں بہت لچسپی رکھتے تھے

تاہم، اس کی جسمانی حالت خراب ہوگئی اور اسے ہسپتال میں داخل کر لیا گیا، اور اگرچہ وہ ایک بار کام کی جگہ پر واپس آیا، پچاس سال کی عمر میں اسکی وفات ہوگئی-میں مسلسل اپنی صحت کے بارے میں تشویش کا شکار تھا اور مجھے یہ ایک قسم کا معجزہ لگتا تھا کہ میں اب تک زندہ تھا- . میں نے کام جاری رکھا اور پچپن سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لے لی.

- **امن کی خواہش**

اے-بم دھماکے کے اپنے تجربے کے بارے میں بات کرنے کے فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ، بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ میری جسمانی حالت خراب ہو رہی ہے جبکہ اپنے تجربات کے بارے میں نوجوان نسل کو بتانے کی خواہش مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔آج کے نوجوانوں کو پرانے وقتوں کی طرح جنگ میں حصہ لینے پر مجبور نہیں کیا جارہا بلکہ وہ اپنی مرضی سے کام کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ چونسٹھ سال قبل پیش آنے والے واقعات کو تھوڑا سا سمجھیں جو کہ آج ناقابل تصور ہیں۔اسکے علاوہ وہ اسوقت کے ان نوجوان لوگوں کے خیالات کو جنہوں نے اپنی جانیں گنوادی اور پچھلی نسل کے مصائب کو سمجھیں۔

مزید براں میں نوجوان نسل کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ جوہری ہتھیاروں کو ختم کرنے کے لئے آگے بڑھیں تاکہ جو تکالیف میں نے اٹھائیں وہ کسی اور کو نہ اٹھانیں پڑیں-ان مصائب سے گزرنا کسی کے لئے بھی خوشگوار نہیں ہوگا- میں اپنی زندگی ہی میں جوہری ہتھیاروں کا خاتمہ ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں۔

جنگ کے زخم کبھی نہیں بھرتے

کیوَکو فُوجی اے

- **اے-بم دھماکے سے پہلے کی صورتحال**

اس وقت میں اُوجینا پرائمری سکول کی چوتھی جماعت میں تھی . میرے والد کی عمر اسوقت اکتالیس سال تھی، انکی ڈیوٹی بحری فوج کے ہیڈکوارٹر میں تھی اور وہ ایک سال سے ملک سے باہر ایک فوجی بحری جہاز پر تعینات تھے اور گھر پر جواُوجینا ماچی {موجودہ مینامی کو ہیروشیما شہر} میں واقع تھا، چھ ماہ میں صرف ایک بار چکر لگاتے تھے- میری ماں، جو اس وقت اکتیس سال کی تھی، ایک نرس تھی اور اس بات سے قطع نظر کہ شہر کس قدر خطرناک بن گیا تھا وہ شہر چھوڑ کر نہیں جاسکتی تھی کیونکہ اسے مریضوں کی دیکھ بھال کرنی تھی- میری چھوٹی بہن، جو ایک سال اور پانچ ماہ کی تھی، اور میری اسی سالہ دادی بھی ہمارے ساتھ رہتی تھیں-

ہم نے اپنے چچا کی بیٹی کو بھی گود لیا ہوا تھا کیونکہ میرے چچا، جو کوریا میں شپ یارڈ کا انتظام کرتے تھے، اسے ایک جاپانی سکول میں تعلیم دلوانا چاہتے تھے-

- **اسکول کے بچوں کے انخلا کی یادیں**

تقریبا اپریل 1945 میں اّوجیانا پرائمری اسکول کے گریڈ تین سے چھ کے بچوں کو بچوں کی پناہ گاہ میں بھیج دیا گیا تھا- ہمیں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا تھا اور میوشی چو ساکوگی-سون یا فونو-سون {موجودہ میوشی ٹاؤن} جو ہیروشیما پریفیکچر کے شمال میں واقع تھے، بھیجا گیا تھا- مجھے میوشی چو میں جوجُن جی مندر بھیجا گیا تھا-

مندر میں کھانا تقریبا مکمل طور سویابین پر مشتمل تھا. کھانا صرف تھوڑے سے چاول جو سویابین سے چپکے ہوئے ہوتے تھے پر مشتمل ہوتا تھا یہاں تک کہ اسنیکس بھی سویابین سے بنے ہوئے ہوتے تھے. ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ،ایک چاول کی گیند مندر کے پجاری کے بیٹے، جو جونیر ہائی اسکول جانے کی عمر کا تھا، کے لنچ باکس سے چوری ہوگئی- اساتذہ نے ہم سب کو مندر کے مرکزی ہال میں بٹھایا اور مطالبہ کیا: "جس نے چاول کی گیند چوری کی ہے اسکا ابھی اعتراف کرلے"

مندر کے قریب تو موئے نام کا ایک بڑا پل تھا اور اسکے قریب ہی ایک مندر تھا- اس مندر میں ایک بڑا چیری کا درخت تھا جسپر چیری بھیِ لگتی تھی- بڑی عمر کے بچے درخت پر چڑھتے اور چیری کھاتے- میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی لیکن بڑی عمر کے بچوں نے مجھے بلایا اور اور مجھ سے کہا کہ درخت کے نیچے باہر کے رخ کھڑے رہو. جب میں ایسا کر رہی تھی، ایک بوڑھا آدمی ہم پر چِلاتا ہوا آیا اور مجھے پکڑ لیا. پھر اس نے اوپر دیکھا اور چلاتے ہوئے دوسرے بچوں کو بھی نیچے اترنے کے لئے کہا، !- بڑی عمر کے بچے بھی درخت سے نیچے اتر آئے. بوڑھے آدمی نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور میں رو رہی تھی جب اس نے مجھ سے پوچھا میں کہاں سے ہوں. "جوجُون جی مندر سے،" میں نے جواب دیا تو اس نے کہا کہ، " پھر ٹھیک ہے،" اور میرا ہاتھ چھوڑ دیا. پھر بوڑھے آدمی نے کہا، "میں یہاں پیاز اور دوسری چیزیں اگا رہا ہوں- اگر آپ ان پر چلیں گے تو وہ کھانے کے قابل نہیں رہیں گی-، آپ بالکل ایسا نہیں کر سکتے. اب رونا بند کرو. " اس شام، بوڑھے آدمی نے ہمیں کھانے کے لئے بھاپ سے ابلی ہوئی شکر قندی اور دوسری چیزیں دیں. اگرچہ پہلے پہل وہ بہت ڈراونا لگا، میں نے سوچا کہ وہ اصل میں بہت مہربان تھا. میں نے اندازا لگایا کہ اس نے سوچا ہو گا کہ ہم اسلئے چیری چوری کرنے کے آئے، کیونکہ ہمیں بہت بھوک لگی تھی-

پناہ گزین بچوں کو ان کے والدین کی طرف سے کبھی کبھار مٹھائی بھیجی جاتی، تاہم ہمیں اسے چکھنے کا موقع کبھی نہیں ملا تھا. میری والدہ نے مجھے سویابین سے بنی ہوئی سخت کینڈی بھیجی لیکن اساتذہ نے اسے ضبط کر لیا- بڑی عمر کے بچوں کے بقول، شاید وہ اساتذہ کے پیٹ میں پہنچ گئی ہو-

خوفناک جوؤں نے حملہ کردیا. ہم نے اخبار بچھائے اور اپنے بالوں میں کنگھی کر کے انہیں باہر نکال دیا- جوئیں خون چوسنے کی وجہ سے کالی ہوگئی تھیں اور ہم ان کو کچلنے لگے. ہم نے اپنی قمیضیں دھوپ میں خشک کرنے کے لئے مندر کے برآمدے میں پھیلا دیں-

- **چھ اگست**

اے-بم گرنے سے ٹھیک ایک ہفتے پہلے، میرے والد بیرون ملک سے واپس آئے تو میں بھی انہیں دیکھنے کے لئے جلدی سے گھر گئی- مجھے پانچ اگست کو انخلائی علاقے میں واپس جانا تھا، لیکن مجھے اس دن کے لئے ٹکٹ نہیں مل سکی، اسلئے میں نے چھ اگست کے لئے ٹکٹ خریدی-

چھ اگست کی صبح میری ماں میری چھوٹی بہن کو اپنی کمر پر لاد کر مجھے الوداع کہنے کے لئے ہیروشیما اسٹیشن تک آئی- میرے محلے سے ایک بوڑھی عورت اپنے پوتے سے ملنے انخلائی علاقے تک جارہی تھی، چناچہ ہم ریل گاڑی پر اکھٹے سوار ہوئے- ہم گیئیبی لائن پر سوار ہوئے اور میوشی کی طرف جانے والی ریل گاڑی کے چلنے کی سمت کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے- ابھی ہم پہلی سرنگ میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ میں نے تین پیراشوٹ دیکھے- پھر ہم سرنگ میں داخل ہوگئے اور پھر اچانک بم پھٹ گیا-

دھماکے کا اثر بہت شدید تھا اور ایک اونچی آواز میرے کانوں میں آئی- چونکہ میں نیچے بیٹھی ہوئی تھی میں ٹھیک تھی لیکن تمام لوگ جو کھڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ بالغ لوگ بھی پیچھے کی طرف جھکے اور نیچے گر گئے- مجھے ٹھیک سے سنائی نہیں دے رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا کہ میرے کانوں میں پتھر ٹھونس دیے گئے تھے-

جب ہم سرنگ سے باہر آرہے تھے، اے- بم کا دھواں ناقابل یقین حد تک خوبصورت لگ رہا تھا- بوڑھی عورت اور میں نے اسے دیکھا، اور کہا کہ، "اوہ، میرے خدا، یہ حیرت انگیز ہے." چونکہ میں صرف ایک بچی تھی، میں تصور نہیں کر سکتی تھی کہ ہیروشیما کا کیا بنا-

جب ہم میوشی پہنچے تو بوڑھی عورت نے مجھ سے کہا، "ریڈیو کا کہنا ہے کہ ہیروشیما مکمل طور پر تباہ ہوگیا ہے." تاہم، میں اب بھی نہیں سمجھ سکی کہ کیا ہو رہا ہے، اسلئے میں دوپہر میں گھاس کاٹنے کے لئے اسکول گئی تھی. وہاں پہلی بار ایک ٹرک ہیروشیما سے اے- بم دھماکے کے متاثرین کو لے کر اسکول پہنچا. شدید جلے ہوئے لوگ ایک کے بعد ایک ٹرک سے اتر رہے تھے تو میں بہت چونک گئی تھی. ایک شخص اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کی جلد پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ وہ اسکے گالوں سے نیچے لٹک رہی تھی -ایک عورت جس کی چھاتی پوری طرح سے پھٹ چکی تھی، اور ایک آدمی جو بانس کا جھاڑو الٹا پکڑے ہوئے تھا اور اسے ایک چھڑی کے طور پر استعمال کر رہا تھا- مجھے وہ منظر آج بھی ہلکا سا یاد ہے-، میں سچ میں ڈرنے کی حد تک حیران رہ گئی تھی-

- **میرے خاندان کا اے- بم دھماکے کا تجربہ**

اے- بم دھماکے کے کوئی تین دن کے بعد مجھے مندر میں ہیروشیما سے اپنے خاندان کا پیغام موصول ہوا. اس کے بعد، بارہ یا تیرہ اگست کو، میں ٹرین کے ذریعے ایک چھٹی جماعت کے پڑوس میں رہنے والے نوجوان نامی لڑکے کے ساتھ ہیروشیما واپس آگئی. وہاں میری اپنے والد کے ساتھ ہیروشیما اسٹیشن پر ملاقات ہوئی اور میں حیجی یاما پہاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے گھر پہنچی-

مجھے یاد ہے کہ، چلتے چلتے، میرے والد نے مجھے ہمارے خاندان کے حالات کے متعلق بتایا اور کہا "یہاں ستر سال تک کچھ بھی نہیں اگے گا."

جب ہم گھر پہنچے، میری ماں سر سے پیر تک پٹیوں میں لپٹی ہوئی تھی. اسے پٹیوں میں اس لئے لپیٹا گیا تھا تاکہ اسکے زخموں میں کیڑے نہ پڑیں، کیونکہ اسکا سارا جسم جل چکا تھا- میری چھوٹی بہن کا پورا چہرہ جل کر سیاہ ہو چکا تھا- اس کے ہاتھ اور پاؤں بھی بری طرح جل چکے تھے، اسلئے اسے بھی پٹیوں میں لپیٹا گیا تھا. جیسا کہ وہ بہت چھوٹی تھی، وہ میری ماں کی حالت دیکھ کر بری طرح ڈر گئی تھی-

جب اے- بم گرا دیا گیا تھا، میری والدہ اور بہن اینکوپل پر بس کا انتظار کر رہیں تھیں. تقریبا ایک گھنٹے پہلے جب ہوائی حملے کا سائرن بج رہا تھا، میری ماں نے پڑوس میں رہنے والی ایک بوڑھی عورت کو اپنا ہیلمٹ ادھار دیا تھا جو اپنا ہیلمٹ بھول گئی تھی -اس وجہ سے، میری ماں مکمل طور پر اے- بم کی روشنی میں نہا گئی تھی. میری بہن جو میری ماں کی کمر پر سوار تھی، کا بایاں پاؤں بایاں ہاتھ اور چہرہ جل گیا تھا. میری والدہ نے میری بہن کو کمر سے اتارا اور جب وہ ہیروشیما اسٹیشن کے پیچھے مشرقی ڈرل گراؤنڈ میں پناہ لینے کے لئے فرار ہو رہی تھی اسنے میری بہن کو آگ بجھانے کے پانی میں کئی دفعہ ڈبویا-

جب اے- بم پھٹا میری دادی گھر پر تھی- اگرچہ گھر جلا نہیں تھا، وہ بری طرح تباہ ہو گیا تھا- میرے والد اور میرے کزن کو میری والدہ اور بہن کو تلاش

کرنے میں پورے دو دن لگے- جب وہ انہیں ملیں، میری والدہ کا جسم جلنے کی وجہ سے اسقدر پھول چکا تھا کہ یہ بھی پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ خاتون تھیں یا مرد-

چھ اگست کو، میری والدہ نے جو لباس پہنا ہوا تھا وہ اس کپڑے سے بنایا گیا تھا جو کہ میرے والد نے بیرون ملک سے اس کے لئے بھیجا تھا. میری ماں کے لباس کا ایک چھوٹا سا حصہ جلنے سے بچ گیا تھا اور وہ میری بہن کے ہاتھ پر ایک شناختی علامت کے طور پر چپک گیا- جب میرے والد اور میرے کزن ان کو ڈھونڈنے کے لئے آئے، میری ایک سال کی بہن نے میری کزن کو پہچان لیا اور انکا نام پکارا- پھر جب انہوں نے میری بہن کے ہاتھ پر کپڑا دیکھا وہ جان گئے کہ انہوں نے دونوں کو ڈھونڈ لیا تھا- میری ماں نے کہا، "میرا آخری وقت آچکا ہے تم بچی کو اٹھا کر اپنے گھر لے جاؤ،" لیکن میرے والد ان دونوں کو دو پہیوں کی ایک بڑی گاڑی پر ڈال کر گھر لے آئے-

- **میری والدہ کی وفات**

میری والدہ پندرہ اگست کو وفات پا گئیں. میرے والد نے ایک پرانے درخت سے ڈھکن کے بغیر ایک سادہ تابوت بنایا اور ہم نے انہیں اپنے گھر کے پیچھے ایک خالی جگہ پر دفن کر دیا. سب نے اُس جگہ کو دفنانے کے لئے استعمال کیا چنانچہ وہاں بہت زیادہ بدبو پھیل گئی جو نا قابل برداشت تھی اور ہمارے گھر کے اندر تک آرہی تھی —

میری ماں نے مرنے سے پہلے میری دادی {اپنی ساس} سے کہا، "ماں میں ایک بڑا آلو کھانا چاہتی ہوں" جنگ کے دوران خوراک کی قلت کی وجہ سے، میری والدہ کپڑے، اور دیگر چیزیں لے کر دیہات میں جاتیں اور ان چیزوں کے بدلے آلو اور دیگر کھانے کی چیزیں لے کر آتی تھیں- مجھے لگتا ہے کہ میری ماں ہر وہ چیز جو تبادلہ کرنے کے قابل تھی کے بدلے چھوٹے آلو لے کر کھاتی . چھوٹے آلو کا ذائقہ بہت کھٹا ہوتا ہے اور آج کل وہ شاید ہی کھائے جاتے ہوں-

اپنی ماں کی روح کے آرام کے لئے دعا کرنے کے لئے، میں ہمیشہ ٹورو {ایک تقریب ہے جس میں کاغذ کی لالٹین ایک دریا میں بہاتے ہیں} میں حصہ لیتی ہوں. میں بڑے ابلے ہوئے آلو بانٹتی ہوں-. اب بھی، جب میں بڑا آلو دیکھتی ہوں، میں سوچتی ہوں کہ کسی طرح اسے اپنی ماں کو کھانے کو دے دوں-

- **جنگ کے بعد میرا شہر**

آوجیانا پرائمری اسکول کے ساتھ دریا کے وسیع کنارے کو قبرستان کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا- لاشوں کو نالیدار ٹن کی چادریں کے ساتھ صرف کناروں کی طرف سے منسلک کیا گیا تھا اور لاشوں کو ان کے اندر جلایا جاتا تھا- ان نالیدار ٹن کی چادروں کے اندر لاش کا سر رکھنے کے لئے ایک سوراخ ہوتا تھا- . جب ہم بچے سمندر کے قریب سے گزرتے تھے جہاں لاشوں کو جلایا جاتا تھا. کبھی کبھی مجھے لگتا تھا کہ، "اوہ، اب سر جل رہا ہے." میں کئی ہڈیوں پر بھی قدم رکھ کر گزر جاتی تھی- مجھے لگتا ہے کہ وہ علاقہ اسوقت تک شمشان گھاٹ رہا، جب تک میں پرائمری اسکول کی چھٹی جماعت میں تھی-

جنگ کے بعد زندگی واقعی بہت مشکل تھی لیکن یہ صرف ہمارے لئے نہیں تھی بلکہ ہر کوئی ایک جیسی مشکلات کے ساتھ رہتا تھا-

میری بہن، جو جب اے- بم دھماکہ کے وقت میری ماں کے ساتھ تھی، بچ گئی تھی. اس وقت، لوگوں نے کہا کہ یہ ایک معجزہ ہے کہ اتنی چھوٹی بچی زندہ رہنے کے قابل تھی. اگرچہ میری بہن بڑی ہو رہی تھی وہ ہر وقت سنتی تھی، "یہ بہت اچھا ہے کہ آپ بچ گئی ہیں، یہ بہت اچھا ہے کہ کہ آپ زندہ ہیں"

تاہم، میری بہن کے پاؤں پر خوفناک کیلائیڈ رہ گئے تھے اور وہ خراب ہو گیا تھا- وہ جوتے نہیں پہن سکتی تھی اور وہ ہمیشہ گیتا (لکڑی کی جاپانی چپل) پہنتی تھی . ان دنوں میں بہت سے لوگ تھے جو گیتا پہنتے تھے، تو اس لئے اسے روز مرہ زندگی میں کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوتا تھا- لیکن اسے کھیل کے تہوار یا سفر میں مشکلات پیش آتی تھی کیونکہ ایسے موقعوں پر گیتا کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا-

چونکہ اسکی مدد نہیں کی جاسکتی تھی وہ دو تہوں والی فوجی جرابیں پہنتی تھی- اسکے پاؤں کی وجہ سے، میری بہن کو بری طرح ستایا گیا تھا. اس وقت یہ افواہ

تھی کہ اے-بم کی بیماری متعدی تھی، تولوگ میری بہن کواشارہ کرتے تھے کہ کس "اسکی انگلیاں سڑ رہی ہیں،" یا"اگر آپ بھی اسکے قریب جائیں گے تو آپ بھی بیماری کا شکار ہو جائیں گے". اے-بم کے کئی سال بعد بھی، جب وہ پرائمری اسکول میں جارہی تھی، وہ تماشابنی ہوئی تھی اور لوگ دور دور سے اسے دیکھنے کے لئے آتے تھا-

بہر حال، میری بہن نے مجھے یا میری دادی کو کبھی نہیں بتایا کہ اسے کس طرح سے ستایا جاتا تھا. وہ اس کے درد کے بارے میں شکایت نہیں کرتی تھی اور اسکا صرف یہ کہنا تھا کہ "دادی ماں، یہ واقعی بڑی بات ہے کہ میں زندہ رہنے کے قابل ہوں؟" جیسا کہ یہ کچھ وہ اس وقت سے کہتی رہی جب سے وہ بچی تھے، ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ وہ خود سوچنے کی کوشش کر رہی تھی، "یہ بہت اچھاہے کہ میں بچ گئی تھی، یہاں تک کہ میں اتنی بری طرح سے جل گئی تھی، زندہ رہنا بہت بڑی بات تھی- "حال ہی میں میں نے اپنی بہن کی ڈائری پڑھی ہے، میں نے دیکھا جہاں اس نے لکھا ہوا تھا." اس وقت میں نے سوچا کہ مرنا ہی بہتر ہے،" جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ سب کچھ اس کے لئے کتنا مشکل تھا.

وہ کہتی تھی جیسے ہی وہ پندرہ سال کی ہو جائے گی تو اس کے پاؤں کا آپریشن ہو جانا چاہیئے- سینئر ہائی اسکول میں موسم گرما کی چھٹیوں کے دوران، اس نے آخر کار آپریشن کروالیا تھا جسکی وہ ایک طویل عرصے سے خواہش کرتی تھی- میری بہن حقیقت میں اس کا انتظار کر رہی تھی

جیسا کہ وہ ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ وہ ہائی اسکول میں داخلے کے وقت جوتے پہننے کے قابل بننا چاہتی تھی- تاہم، اس کے لئے اپنے پیروں پر عام جوتے پہننا ممکن نہیں ہو سکا. اگرچہ اس کے پیٹ سے جلد لے کر اس کے کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی- بدلی گئی جلد کالی ہونا شروع ہو گئی اور اسکا پاؤں تین سینٹی میٹر چھوٹا رہ گیا- آپریشن سے پہلے میری بہن نے کہا کہ، "میں معمول کی طرح کھیلوں کے جوتے پہننے کے قابل ہو جاؤں گی،" لیکن اب بھی اے-بم دھماکے کے پینسٹھ سال کے بعد، وہ عام جوتے نہیں پہن سکتی-

چونکہ اس کے پاؤں کے اگلے حصے پر دباؤ پڑتا اور تکلیف شروع ہو جاتی اس نے کھیلوں کے جوتوں کے اگلے حصے میں سوراخ کر کے استعمال کیا لیکن پھر اسکا پاؤں سوراخ سے رگڑ کھاتا یہاں تک کہ زخم بن جاتے- قریبا کبھی کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب اسکے پاؤں سے خون نہ بہا ہو- اس سوچ کے ساتھ کہ دوسرے لوگوں اسکے خون آلود جوتے دیکھ کر خود کو غیر آرام دہ محسوس کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتے ہوئے خون کے نشان کو پینٹ کرتی-

جب میری بہن جوہری بم کے حملے میں زندہ بچ جانے والوں کے ہسپتال میں داخل ہوئی، اسکی ملاقات ڈاکٹر تومن ھارادا سے ہوئی اور اس نے میری بہن سے کہا کہ، " اگر تم کسی چیز کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہو تو بالکل نہ ہچکچانا." جب اس نے سینئر ہائی اسکول پاس کیا، اسنے ڈاکٹر ھارادا سے بات کی جس نے اسے ایک جاپانی وزیر، جو لاس اینجلس میں رہتے تھے، سے متعارف کرایا. جیسا کہ ہمارے والد میری بہن کے سینئر ہائی اسکول میں داخل ہونے سے پہلے وفات پا چکے تھے، اس وقت ہمارے خاندان میں پیسہ بہت کم تھا- سینئر ہائی اسکول کے ایک استاد نے میری بہن کو ایک پارٹ ٹائم نوکری کے لئے متعارف کروایا، جہاں وہ محنت سے کام کرتی رہی، یہاں تک کہ بیس سال کی عمر تک اس نے امریکہ تک جانے کی یک طرفہ ٹکٹ کے لئے پیسے جمع کر لئے اور امریکہ کے لئے روانہ ہو گئی-

وہاں وزیر نے اس کا خیال رکھا اور وہ ایک لانڈری میں کام دھونڈنے میں کامیاب ہو گئی جسے سے اسکے روز مرہ اخراجات پورے ہونے لگے- میرا خیال ہے کہ اس نے کچھ براوقت دیکھا مگر وہ ڈٹی رہی اور ابھی تک لاس اینجلس میں رہ رہی ہے- اگرچہ اسک خیال تھا کہ وہ کبھی بھی عام طریقے سے شادی نہ کر سکے گی، اس نے امریکہ میں رہنے والے ایک جاپانی سے شادی کر لی، اور انہیں تین بچوں سے نوازا گیا-

- **اوساکا میں ہونے والا واقعہ**

میری بہن کے آپریشن کے ایک ہفتے کے بعد میں اوساکا میں رہنے والی ایک دوست سے ملنے گئی- میری بہن نے مجھ سے کہا، "میری طبیعت اب مستحکم ہے چناچہ تم اوساکا جاؤ-

میں ایک لوکل ٹرین میں سوار ہوئی اور اور شام کو اوساکا پہنچی، چونکہ مجھے اپنی دوست کے گھر کا راستہ معلوم نہ تھا میں ایک پولیس باکس پر راستہ پوچھنے کے لئے رکی- اگرچہ وہ ایک نوجوان پولیس افسر تھا وہ بہت مہربان تھا اور جب میں گھر ڈھونڈ رہی تھی وہ تقریبا ایک گھنٹے تک میرے ساتھ رہا- جب میں اپنی دوست کے گھر پہنچی، میں نے پولیس افسر سے کہا تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے میری بہت مدد کی- اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں سے ہوں- میں نے اسے بتایا کہ میرا تعلق ہیروشیما سے ہے- وہ اچانک ایک قدم پیچھے ہٹا اور کہا ہیروشیما جہاں جوہری بم گرا تھا- میں نے کہا "ہاں" جس کے جواب میں اس نے کہا، ہیروشیما سے ایک عورت یہ میرے لئے ناخوشگوار ہے۔ ہیروشیما سے ایک عورت جو جوہری بم سے متاثر ہے- اس نے یہ اسطرح کہا جیسے اسے مجھ سے کوئی بیماری لگ جائے گی- اسوقت تک میں نے جوہری حملے سے متاثرہ ہونے کے بارے میں نہیں سوچا تھا چناچہ یہ واقعہ میرے لئے حیران کن تھا-

میں نے اس واقعے کے بارے میں اپنی بہن کو نہیں بتایا، میں نے اس بارے میں اپنی اوساکا والی دوست سے بات کی مگر اس نے مجھ سے کہا "تمہیں اس بارے میں اپنی بہن سے بات نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وہ اسے سن کر برا محسوس کرے گی"- اسکے بعد میں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا کہ میں ہیروشیما سے ہوں-

- **کپڑے کی دوکان میں پیش آنے والا واقعہ**

یہ واقعہ کئی دہائیاں پرانا ہے جب میں کپڑے کی دوکان پر ایک گاہک کی مدد کر رہی تھی- ایک آدمی جسے میں قطعی نہیں جانتی تھی، نے اچانک میری بہن کا نام لے کر کہا کہ کیا میں اسکی بڑی بہن ہوں- ہاں یہ سچ ہے، مگر تم اسے کیسے جانتے ہو- وہ آدمی فوروا ے میں رہتا تھا، اور اسوقت میری بہن کے متعلق افواہیں اتنی دور تک پہنچ چکی تھیں-

اس واقعے، جو کچھ اوساکا میں پیش آیا اور دوسرے واقعات کی وجہ سے، میں اپنی بہن کے امریکہ جانے کے حق میں تھی- میں نے سوچا کہ وہ بے عزتی اور جاپان میں ہونے والی توہین سے جان چھڑانا چاہتی ہے، اور ایسی جگہ چلی جاتی ہے جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو، تو شاید وہ خوش رہ سکے-

- **امن کی خواہش**

میرا خیال ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اے- بم کا حقیقی طور پر تجربہ نہیں کیا ہے، متاثرین کے درد کو نہیں سمجھ سکتے- اپنی ہی انگلیوں کو کاٹنے سے واقعی درد ہوتا ہے مگر جب کسی اور کی انگلیاں کاٹی جائیں تو اسکے درد کا تصور نہیں کیا جا سکتا— اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ اے- بم کے تجربے کا تصور کرنا واقعی مشکل ہے-

جنگ نے ہمارے دلوں کی گہرائی تک زخم لگائے ہیں- نہ صرف بیرونی زخم بلکہ بہت سے دوسرے زخم بھی جو باقی رہیں گے حتٰی کہ کئی دھائیوں کے بعد بھی یہ زخم دکھتے ہیں- میری بہن جنگ یا اے- بم کے متعلق بات کرنے سے نفرت کرتی ہے- بچپن سے ہی جب ہم جنگ کے متعلق بات کرتے تو وہ وہاں سے چلی جاتی- امریکہ جانے کے بعد وہ ہمیشہ اپنے زخم چھپانے کے لئے موٹی سی اسٹاکنگ پہنتی ہے اور کبھی بھی دوبارہ اے— بم کے متعلق بات نہیں کرتی-

جنگ کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جانا چاہیئے-

میں نے جہنم دیکھی

کیمیکو کووابارا

- **اے-بم سے پہلے کی زندگی**

اسوقت میری عمر سترہ سال تھی اور میں اپنی ماں اور بڑی بہن کے ساتھ میساساہون ماچی سان چومے {موجودہ نشی کُو} ہیروشیما شہر میں رہ رہی تھی۔ میرے والد وفات پا چکے تھے اور اگرچہ میرے تین بڑے بھائی تھے، سب سے بڑے بھائی کی شادی ہو چکی تھی اور وہ علیحدہ ہو چکے تھے، جبکہ دوسرے دونوں بھائیوں کو جنگ کے لئے بلا لیا گیا تھا اور وہ یاما گوچی پریفیکچر میں تھے۔

میں ہیروشیما سینٹرل براڈ کاسٹ مرکز کے شعبہ جنرل افیئرز میں کام کرتی تھی۔ یہ مرکز کامی ناگارے کاواچو {موجودہ نوبوری چو، ناکا کُو} میں واقع تھا اور ارد گرد کا علاقہ خالی اور گرے ہوئے گھروں کی وجہ سے ایک کھلے ہوئے پلازے کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ مرکز فوج سے متعلقّہ مواد کافی زیادہ نشر کرتا تھا اور اسی لئے کھڑکیوں کو فضائی حملے سے بچائو کے لئے مظبوط بنایا گیا تھا۔

- **چھ اگست**

اس دن کی صبح ہوائی حملے کا الرٹ جاری کیا گیا تھا، اس لئے میں کچھ دیر تک گھر سے نہ نکل سکی اور کام پر جانے کے لیے دیر ہو چکی تھی۔ پھر صبح ہوائی حملے کا الرٹ واپس لے لیا گیا اور میں آٹھ بجے کے قریب دفتر پہنچی- ہمیشہ کی طرح میں نے اپنے ساتھی کارکنان کے ساتھ مل کر دفتر کو صاف کرنا شروع کر دیا، جیسا کہ ہماری ڈیوٹی لگائی گئی تھی- جب میں اپنے تفویض کردہ کمرے، اسٹیشن مینیجر کے دفتر میں داخل ہوئی، میں نے آنگن میں ایک خاتون کو کہتے سنا کہ باہر ایک بی-انتّیس طیارہ پرواز کر رہا ہے۔ "میری دلچسپی بڑھی اور ابھی مَیں کھڑکی کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک کھڑکی کے باہر سے ایک شاندار جھماکا ہوا۔ جھماکا سرخ رنگ کا تھا اور اسی طرح کا تھا جیسا کہ ماچس کو جلاتے وقت ہوتا ہے مگر یہ اسکی نسبت بہت شدید تھا۔ میں نے فوری طور پر دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں اور کانوں کو ڈھانپ لیا اور نیچے بیٹھ گئی- میں نے اسلئے کیا کہ اسوقت ہمیں سکھایا گیا تھا کہ بمباری کے وقت ہم ایسا کریں۔ اندھیرے میں، میں اپنے آپ کو بے وزن محسوس کر رہی تھی اور یہ کیفیت میں اپنے پورے جسم میں محسوس کر رہی تھی۔ یہ نہیں کہ یہ تکلیف دہ تھا بلکہ یہ ایک ایسا عجیب احساس تھا کہ جیسے میں ضرور مرنے لگی ہوں۔ میں نے اُس وقت غور نہیں کیا تھا لیکن دھماکہ نے شیشے کے اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے تھے جو میرے چہرے اور بائیں بازو میں پھنس گئے تھے اور میرا جسم خون میں لت پت ہو گیا تھا۔ ابھی تک شیشے کی کرچیاں میرے دائیں گال میں پیوست ہیں۔

کچھ دیر بعد میں ساکت رہی اور باہر دالان سے آنے والی خفیف آوازوں کو سننے لگی۔ کمرہ بالکل کالا سیاہ تھا اور مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہر حال، میں نے سوچا کہ وہاں سے باہر نکلا جائے، تو میں نے دالان سے آنے والی آوازوں کے منبع کی طرف حرکت کرنے کی کوشش کی اور ایک آدمی کی پشت سے جا ٹکرائی۔ میں نے اسکی بیلٹ کو سختی سے پکڑ لیا اور اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگی یہاں تک کہ ہم باہر نکلنے کے راستے کے قریب پہنچ گئے۔ لوگ باہر نکلنے کے راستے کے قریب جمع تھے جہاں ہم نے بھاری بھر کم دروازہ کھولا اور باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ باہر طلوعِ فجر کی طرح کا اندھیرا تھا اور دھماکے سے اڑنے والی ہر طرح کی چیزیں نیچے گر رہیں تھیں۔ اسٹیشن سے باہر نکلنے والے لوگوں کو دیکھا تو ان کے چہرے کالے سیاہ تھے، ان کے بال اڑ چکے تھے، وہ خون سے لت پت تھے اور انکے کپڑے چیتھڑوں کی طرح لٹک رہے تھے۔

ہم نے سوچا کہ اسٹیشن کو ہدف بنایا گیا ہے اور بمباری کی وجہ سے بری طرح تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ قریب ہی چُو گو کُو اخبار کا دفتر تھا جہاں اسٹیشن سبسکرپشن کا ایک ذیلی آفس تھا، لہذا میں جنرل امور کے سیکشن کی چند خواتین کے ساتھ دالان سے نکل کر اسطرف چل پڑی۔ اسوقت مجھے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ اسٹیشن واحد عمارت نہیں تھی جسے نقصان پہنچا تھا—ارد گرد کی تمام عمارتیں مکمل طور پر منہدم ہو چکی تھیں اور ادھر اُدھر آگ بھڑک رہی تھی۔ چُو گو کُو اخبار کی عمارت میں واقع ہمارے ذیلی دفتر کی پانچویں اور چھٹی منزل کی کھڑکیوں سے آگ کے بڑے بڑے شعلے باہر نکل رہے تھے۔ اسی وجہ سے ہم شُکّےای باغ کی طرف چلے گئے جو اسٹیشن کے قریب تھا۔ جُوں جُوں شعلے قریب آتے تو میں گھروں کے ملبے کے نیچے دبے ہوئے لوگوں اور خاندان کے کسی رکن کی تلاش میں مصروف لوگوں کی کراہیں سن سکتی تھی۔ اسوقت مجھے خود پناہ کی تلاش تھی چنانچہ میں ان کی مدد کے لئے کچھ نہ کر سکی۔

لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد شُکےای باغ میں پناہ لئے ہوئے تھی۔ ہم نے پارک میں تالاب پر بنے ہوئے پل کو عبور کیا اور دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ پارک میں درختوں کو آگ لگ گئی اور آگ کے شعلے آہستہ آہستہ دریا کے کنارے پر جہاں ہم پناہ لئے ہوئے تھے پہنچنے لگے، یہاں تک کہ آخر میں ایک لمبا دیودار کا درخت بھی بھیانک آواز کے ساتھ جل اٹھا۔ ہم سینے تک دریا کے پانی میں ڈوبے ہوئے ارد گرد دیکھ رہے تھے کہ دریا کے دوسرے کنارے پر واقع اوہسُوگا-چو بھی جل اٹھا اور آگ کے شعلے ہم پر گرنے لگے- ہمارے دونوں طرف آگ کی وجہ سے گرمی کی شدت بڑھنے لگی اور اسی وجہ سے ہم شام تک وہاں رکے رہے، کبھی ہم دریا کے اندر چلے جاتے اور کبھی باہر نکل آتے۔

دریا کے کنارے پر اتنے لوگ جمع ہو رہے تھے کہ ہمارے لئے بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ آرمی کا کیمپ بھی قریب ہی تھا چنانچہ بہت سے فوجی بھی وہاں جمع تھے۔ چونکہ انہوں نے سروں پر ٹوپیاں لے رکھی تھیں انکے سروں پر پلیٹ کی شکل میں بال باقی تھے جبکہ انکے بدن بری طرح جھلسے ہوئے تھے اور وہ درد سے بری طرح کراہ رہے تھے۔ وہاں ایک عورت اپنے بچے کو اٹھائے خاموشی سے کھڑی تھی اسکے اوپری بالائی جسم کے کپڑے چیتھڑوں میں تبدیل ہو چکے تھے اور میرے خیال کے مطابق اسکا بچہ شاید مر چکا تھا۔

جھلسے ہوئے لوگوں کی آوازیں مسلسل آرہیں تھیں "ہمیں پانی دو، ہمیں پانی دو" جبکہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ تمہیں پانی نہیں پینا چاہیئے۔ وہاں بہت سے لوگ جو بری طرح جھلسے ہوئے تھے اور درد انکی برداشت سے باہر تھا دریا میں کود گئے۔ زیادہ تر لوگ جو دریا میں کودے زندہ واپس آنہیں پائے بلکہ دریا کی موجیں انکو بہا کر لے گئیں۔ دریا کے اوپری حصے سے لاشیں بہہ کر آرہی تھیں اور دریا چوڑائی کے رخ لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ جب ہم دریا میں تھے، لاشیں ہماری طرف بہہ کر آرہی تھیں تو میں ان کو ہاتھ سے دھکا دے کر دور کرتی رہی تاکہ وہ دریا میں بہتی رہیں-اس وقت مجھے کوئی ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا کیونکہ میں بہت پریشان حال تھی۔ اسوقت میں جہنم کی کسی تصویر سے بھی زیادہ دکھی منظر کا مشاہدہ کر رہی تھی۔

آگ اتنی سنگین تھی کہ ہم کہیں بھی منتقل نہیں ہو سکتے تھے، چنانچہ ہم نے سارا دن شُکےای باغ میں دریا کے کنارے پر گزارا۔ تقریباً غروب آفتاب کے وقت ایک چھوٹی سی امدادی کشتی اسٹیشن کے ملازمین کو تلاش کرنے کے لئے آئی۔ اسٹیشن کے عملے نے مشرقی ڈرل گراؤنڈ میں امدادی اسٹیشن جانے کا فیصلہ کیا اور چھوٹی کشتی ہمیں دریا کے دوسرے کنارے پر ریتلے ساحل پر لے آئی۔ میں اپنی ماں کے بارے میں فکر مند تھی جو گھر پر اکیلی تھی تو میں نے ان سے کہا کہ میں امدادی اسٹیشن جائے بغیر گھر جانا چاہتی ہوں۔ تو ایک ساتھی کارکن نے کہا کہ، " مضحکہ خیز بات نہ کرو شہر میں واپس جانا بہت خطرناک ہے۔" اور زبردستی مجھے روک لیا۔ چونکہ میرا گھر ہیروشیما شہر کے مغربی حصے میساساہون ماچی میں تھا مجھے شہر کے مرکز سے گزرنا پڑنا تھا جو شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی میرے وہاں جانے کی مخالفت کر رہا تھا چنانچہ میں ہچکچاتے ہوئے ان کے ساتھ چلتی رہی مگر جیسے ہی مجھے ایک موقع ملا میں ان سے علیحدہ ہو گئی۔ میں نے لوگوں کی آوازیں سنیں جنہوں نے میرے علیحدہ ہونے کو محسوس کیا تھا لیکن میں نے صرف اتنا کہا، "میں معزرت خواہ ہوں،" اور اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

- **گھر کی طرف سڑک**

اپنے ساتھیوں کو چھوڑنے کے بعد، میں اس جگہ پہنچی جہاں توکیواپل کیوباشی دریا کو عبور کر رہا تھا۔ زخمیوں کے ٹھٹھ پل کے مغرب کی طرف سے مسلسل آ رہے تھے جبکہ کوئی بھی مخالف سمت میں نہیں جا رہا تھا۔ پھر میری ملاقات دو ریلوے کارکنوں سے ہوئی جو پل کو پار کرنا چاہتے تھے-وہ یوکوگاوا اسٹیشن جا رہے تھے، میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیں مگر انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ "ہم نہیں جانتے کہ ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں یا نہیں ہم آپ کو ساتھ نہیں لے جا سکتے' تمہیں ایک امدادی اسٹیشن جانا چاہیئے۔" تاہم میں نے ہمت نہیں ہاری اور صرف چار یا پانچ میٹر کا فاصلہ رکھتے ہوئے خفیہ طور پر ان کے پیچھے چلتی رہی۔ جوں جوں ہم آگ کے درمیان سے گزرتے رہے، وہ کبھی کبھی پلٹ کر مجھے دیکھتے مگر اسوقت میں رک جاتی اور پھر ان کی پیروی کرنے لگتی- جب میں مسلسل ان کا پیچھا کرتی رہی تو آخر وہ مان گئے اور کہا، "ٹھیک ہے، تم ہمارا پیچھا کر سکتی ہوں، ہمارے ساتھ ساتھ چلتی رہو" -

انہوں نے راستے میں خطرناک مقامات کی نشاندہی کی. شعلوں سے بچ کر چلتے ہوئے، ہم پوسٹل سروسز ایجنسی کے ہسپتال کے سامنے سے گزرے اور میساسا پل پہنچے. پل کے دونوں اطراف پر بیٹھے ہوئے زخمی فوجیوں کی قطاریں تھیں اور چلنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ . وہ شاید قریب ہی چوگوکُو کے تعینات یونٹ ایک سو چار کے فوجی تھے اور وہ سب درد سے کراہ رہے تھے۔

ہم نے کسی نہ کسی طرح زخمی فوجیوں پر پیر رکھے بغیر پل پار کر لیا اور ریلوے پٹریوں پر جا پہنچے—ہم پٹریوں کے ساتھ ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ ہم یوکوگاوا اسٹیشن پہنچ گئے. پھر میں ان سے علیحدہ ہو گئی ریلوے ورکرز، جو مجھے یاد ہیں، نے مجھ سے کہا، "اپنے گھر کے راستے پر ہوشیار رہنا."

- **اپنی ماں سے ملاپ**

میں اپنے گھر کی طرف چلتی رہی- اگرچہ ہر طرف پہلے ہی اندھیرا تھا سڑک کے دونوں اطراف پر ابھی بھی آگ تھی- جہاں آگ شدید تھی میں وہاں سے بھاگ کر گزری- گھر پہنچنے کے لئے میں میساسا سے ہوتے یوکوگاوا سے گزری اور شمال کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی یہاں تک کہ میں گھر پہنچ گئی. اگرچہ میرا گھر پہلے ہی جل چکا تھا، میں نے اپنی ماں کو قریبی سڑک پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ میں اسے زندہ دیکھ کر اتنی خوش تھی کہ میں نے اسے گلے لگایا اور ہم دونوں نے رونا شروع کر دیا.

میری ماں ہمارے گھر کی دوسری منزل پر آئینے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی جب اے- بم پھٹا- اگرچہ دوسری منزل اندر کی طرف گر گئی تھی، میری ماں ایک کونے کے کمرے میں تھی، اور یہ کمرہ کسی نہ کسی طرح گرنے سے بچ گیا- چوں کہ سیڑھیاں استعمال کرنا ناممکن ہو گیا تھا، کسی نے اس کے لئے ایک سیڑھی لگائی اور وہ وہاں سے نیچے اترنے کے قابل ہو گئی-

گھر صبح تک گرار ہا اور جوں جوں آگ آہستہ آہستہ قریب آتی رہی، دوپہر میں گھر کو آگ نے آخر کار پکڑ لیا. گھر میں آگ لگنے سے پہلے میری ماں گھر سے صرف لحاف ہی نکال سکی جو اس نے کسی طرح گھر سے باہر پھینکے مگر انہیں وہاں سے فرار ہوتے ہوئے لوگوں نے پکڑ کر سروں پر ڈال لیا اور بھاگ گئے۔ ہوائی حملے سے پناہ لینے کے لئے ہمارے گھر میں ایک خندق کھودی گئی تھی جس میں ہم نے مختلف طرح کی قیمتی اشیاء مثلاً کیمونو { جاپانی لباس } جمع کیں تھیں لیکن شعلے وہاں بھی پہنچ گئے اور انہوں نے ان چیزوں کو جلا دیا. میری ماں آگ بجھانے کے لئے گھر کے سامنے واقع ندی سے پانی کی بالٹیاں ڈالتی رہی اور اگرچہ وہ پناہ گاہ کو دوبارہ کھودنے میں کامیاب ہو گئی زیادہ تر چیزیں جل چکی تھیں۔ اگرچہ ہمارے پڑوسیوں نے ییتا کی کی طرف فرار ہونے کی سفارش کی، وہ میرے اور میری بہن کے بارے میں فکر مند تھے اور گھی کے جلنے کے دوران، وہ صرف سڑک کے پار ایک کھیت میں پناہ کے لئے گئی اور میرا اور میری بہن کی گھر واپسی کا انتظار کرتی رہی۔

اس رات، میں نے اور میری والدہ نے اس میدان کے کے درمیان میں ڈیرہ لگایا. پوری رات لوگ ہمارے گھر کے سامنے سے گزرتے رہے اگرچہ امداد فراہم کرنے وال لوگ بھی وہاں چکر لگاتے رہے۔ میں صرف اس منظر کو گھورتی رہی اور صرف یہ سوچتی رہی کہ میرا کیا بنے گا۔ آدھی رات کو کچھ امدادی کارکنوں نے ہمیں کچھ چاول کی گیندیں کھانے کے لئے دیں اور جب میں سونے جارہی تھی سورج طلوع ہو رہا تھا۔

- **اپنی بہن کی تلاش**

اگرچہ لوگوں کا ہجوم سات اگست کو دن بھر ختم نہیں ہوا، میری بہن ایمیکو گھر واپس نہیں آئی. میری ماں میری بہن کے بارے میں فکر مند تھی، اور پکارتے ہوئے کہہ رہی تھی "اسے کیا ہو گیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ ہلاک ہو گئی ہو..."- میں اپنی ماں کی یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور، اپنی بہن کی ایک سہیلی کے ساتھ جو پڑوس میں رہتی تھی اپنی بہن کو تلاش کرنے کے لئے چلی گئی-. ایک بار پھر، میں نے براہ راست جہنم کے مناظر کا مشاہدہ کیا.

میری بہن شیمو ناکا چو میں واقع ہیروشیما سینٹرل ٹیلیفون بیورو میں { موجودہ، فوکُورو ماچی، ناکا کُو } میں کام کرتی تھی. میں یوکوگاوا سے توکائی چی ماچی

{موجودہ، توکائی چی ماچی ایک چومے ناکاگُو} کے زریعے گئی، اورٹرام کے راستے کے ساتھ ساتھ چلی- اگرچہ گلی کافی کھلی تھی لیکن جلے ہوئے ملبے کو صاف کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا گیا تھا، تو میں بمشکل گلی سے گزرنے کے قابل تھی. شہر لاشوں سے بھرا ہوا تھا، تو میں احتیاط کے ساتھ ان پر قدم رکھے بغیر چلتی رہی. تیرا ماچی کے قریب {موجودہ ناکاگُو}، میں نے ایک مردہ گھوڑے کو دیکھا جو بری طرح پھولا ہوا تھا. توکائی چی ماچی کے ارد گرد، ایک شخص کھڑا تھا جس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے اور جسم جل کر سیاہ ہو چکا تھا. مجھے بہت عجیب لگا لیکن جب میں نے اسے قریب سے دیکھا، میں نے محسوس کیا کہ وہ اسی طرح کھڑے کھڑے مر گیا تھا. یہاں اور وہاں، میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے سر پانی کی ٹینکیوں میں تھے اور ان کی لاشیں ڈھیروں کی شکل میں جمع تھیں۔ سڑکوں کے کنارے لاشوں کے ساتھ بھرے ہوئے تھے جبکہ ان کے درمیان لوگ اب بھی زندہ تھے اور میں ان کو کراہتے ہوئے سن رہی تھی- کچھ لوگ "پانی پانی،" کہہ رہے تھے- وہاں ایک بھی صحت مند شخص نہیں تھا. سب کا لباس جلا ہوا تھا، اور ان کے جسم بھی جلے اور سوجے ہوئے تھے اور سیاہ کوئلے سے بنی ہوئی گڑیوں کی طرح دکھائی دیتے تھے- میں نے سوچا کہ اگر میری بہن بھی گر گئی ہے اور اس ڈھیر میں کہیں پڑی ہے، تو میں اسے تلاش کرنے کے قابل نہیں ہونگی. لاشوں پر قدم رکھتے ہوئے میں نے آاوئی پل کو پار کیا اور کامیا- چو {موجودہ، ناکاگُو} کی طرف چلی گئی مگر ہم زیادہ آگے تک نہ جاسکے لہٰذا ہم واپس میساسا آ گئے۔ ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ میری بہن زندہ نہیں ہو گی۔

خوش قسمتی سے، میری بہن اے- بم دھماکے کے ایک ہفتے کے بعد گھر واپس آ گئی - اگرچہ وہ ٹیلی فون بیورو پر بم دھماکے کی وجہ سے شدید زخمی تھی وہ ہجی یاما پہاڑی پر چلی گئی اور اسے کائی تائی چی- چو آکی گُن {موجودہ، کائیتا- چو} میں واقع پناہ گاہ میں لے جایا گیا. اس نے ایک ہفتہ وہاں گزارا جب اس نے سنا کہ ایک ٹرک ریلیف فراہم کرنے کے لئے ہیروشیما شہر جا رہا ہے تو اس نے درخواست کی کہ اسے بھی ساتھ لے چلیں- اگرچہ انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ایک شدید زخمی شخص کو ٹرک میں سوار نہیں ہونا چاہئے، اس نے گھر جانے کا پکا ارادہ کر رکھا تھا اور موقع ملنے پر وہ چپکے سے ٹرک کے پچھلے حصے میں کود گئی اور ٹرک اسے توکائی چی ماچی تک لے آیا- میری بہن کے کپڑے چیتھڑوں میں تبدیل ہو چکے تھے جو توکائی چی ماچی سے لے کر تمام راستے الجھتے رہے- وہ خون سے بھری ہوئی تھی اور دونوں پاؤں میں مختلف جوتے پہنے ہوئے تھی- اگر آپ کو معلوم نہ ہو کہ اسکے ساتھ کیا ہوا تھا، تو آپ سوچیں گے کہ وہ ایک ہوشمند انسان نہیں ہے- چونکہ ہمارا گھر جل چکا تھا، میری ماں کی ایک دوست نے اپنے گھر کے ایک کونے میں میری بہن کو سونے دیا. اسکے فوراً بعد اسے بستر تک محدود کر دیا گیا اور وہ زندگی اور موت کے درمیان معلق رہی.

- **اپنی بہن کی دیکھ بھال**

مختلف قسم کے شیشے میری بہن کی پیٹھ میں گھس گئے تھے، اور اس کے ہاتھ کا گوشت پھٹ چکا تھا اور اسطرح پھٹا ہوا تھا جسطرح ایک انار کھلا ہوا ہو- میں ہر روز اسکی پیٹھ سے شیشے کے ٹکڑے نکالنے کے لئے سوئی استعمال کرتی تھی لیکن اسکے زخموں میں کیڑے پڑ گئے- اس عورت کی بیٹی، جس کے گھر میں میری بہن رہ رہی تھی، پہلے ہی اے- بم دھماکے میں ہلاک ہو چکی تھی- ہمیں فکر تھی کہ ہم اس عورت کو مزید تنگ کر رہے ہیں- میرے سب سے بڑے بھائی ہمارے گھر کے جلے ہوئے کھنڈرات پر واپس آئے اور انہوں نے جلے ہوئے گھر پر ایک چھوٹی سی چھونپڑی بنادی جو ہمیں بارش سے بچا سکتی تھی اور ہم وہاں منتقل ہو گئے جہاں میری بہن کی دیکھ بھال جاری رہی- میری بہن جو بستر پر پڑی ہوئی تھی، کو امدادی اسٹیشن پر نہیں لے جایا سکتا تھا تو کسی نے ہمیں ایک چھوٹی سی مرہم دی لیکن یہ مکمل طور پر علاج کے لئے کافی نہیں تھی. اُس کے بال مکمل طور پر گر چکے تھے اور اسے خون کی الٹیاں آتی تھیں جسکی وجہ سے، ہمیں کئی بار لگا کہ وہ مرنے والی ہے. میری والدہ ہر روز پہاڑوں پر دوکودامی { ایک قسم کی جاپانی بوٹی } کے پتے چننے جاتی ان پتوں کو تازہ سبز حالت میں ابالتی اور مجھے اور میری بہن کو پینے کے لئے دیتی- اس سبز پتی کی چائے سے سخت بدبو آتی تھی لیکن میری ماں نے کہا کہ یہ ایک دوا کے طور پر کام کرے گی. شاید اس چائے نے اثر دکھایا اور کچھ تین ماہ کے بعد، میری بہن جو پہلے کھڑی نہیں ہو سکتی تھی اسکی حالت میں بہتری آنا شروع ہو گئی اور اس کے بعد وہ کام کاج پر واپس چلی گئی. اس نے ایک سکارف یا ٹوپی میں اپنا سر اسوقت تک چھپائے رکھا جب تک اسکے بال دوبارہ واپس نہیں آ گئے- اسکے زخموں کے نشان باقی رہ گئے اور اسنے کبھی

بھی بغیر بازو کے کپڑے نہیں پہنے-آج بھی اس کے بازو کے زخم نمایاں ہیں.

- **جنگ کے بعد کی زندگی**

مجھے تو کسی سے جنگ کے اختتام کے بارے میں پتہ چلا تھا- اگرچہ میں نے سنا ہے کہ جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن میں بالکل بھی نہیں سمجھ سکی . جب میں بچی تھی، ہمیں پڑھایا گیا تھا کہ جاپان کبھی بھی جنگ نہیں ہارے گا اور مجھے اسپر مکمل یقین تھا- جب میں اسٹیشن پر کام کرتی تھی تو میں نے ہمیشہ جیتنے کے متعلّق ہی باتیں سنی تھیں اور کبھی ہار کا لفظ بھی نہیں سنا تھا- تاہم، جب میں نے سنا کہ ناگاساکی پر بھی اے-بم گرایا جا چکا ہے، میں نے سوچا کہ اسطرح کے بم حملوں سے بہتر یہی ہے کہ جنگ ختم ہو جائے-

چونکہ کامی ناگارے کاواچو میں واقع عمارت قابل استعمال نہیں تھی، اسٹیشن آکی گُن کے فوچو چو میں منتقل کر دیا گیا. چونکہ مجھے اپنی بہن کی دیکھ بھال کرنی تھی اور تویو انڈسٹریز لمیٹڈ کافی دور تھی اور مجھے ریل کے زریعے کام پر جانا پڑتا تھا، میں نے یہ افواہیں سنیں تھیں کہ قابض افواج، جو ابھی آئیں تھیں، خواتین کے ساتھ برا سلوک کرتیں تھیں تو میں نے اپنی نوکری چھوڑ دی-، اس کے بعد، میں نے ایک قریبی کمپنی میں ایک سال کے لئے کام کیا، اور اسکے بعد میں نے ایک دوسری کمپنی میں کام کیا جہاں مجھے میرے ایک سابق استاد نے متعارف کروایا تھا- اسکے بعد میں نے شادی کر لی.

اگرچہ میں چھ اور آٹھ اگست کو ہیروشیما میں تھی مجھے اے-بم دھماکے سے کبھی بھی کسی بڑی بیماری کا سامنا نہیں کرنا پڑا. اگرچہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس طرح کی بیماری سے کسی بھی وقت سامنا ہو سکتا ہے، میں نے کبھی بھی بیماری کے بارے میں نہیں سوچا- اگر میں بیمار ہو جاتی تو میں اس سے نمٹ لیتی- اس سے بھی زیادہ، میں نے ہمیشہ یہ سوچا کہ آئندہ کیا کرنا چاہیئے-

- **امن کی خواہش**

اب تک، میں اے-بم دھماکے کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی. اگرچہ میں اے-بم متاثرین کا احترام کرتی ہوں اور ہر سال میں اے-بم متاثرین کے لئے بنائی گئی یادگار پر جا کر دعا کرتی ہوں- میں کبھی بھی شکےای باغ میں، جہاں میں چھ اگست کو بھاگ گئی تھی، میں دوبارہ نہیں گئی- شکےای باغ ایک خوبصورت باغ ہے لیکن اگر میں نے تالاب سے گزرتا ہوا گول پل دیکھا، تو مجھے وہ خوفناک دن یاد آ جائے گا- اسی لئے میں وہاں نہیں جا سکتی- اگر میں اسے یاد کروں تو میں رونا شروع کر دیتی ہوں اور الفاظ میرے گلے میں پھنس جاتے ہیں-

اے-بم کے بہت سے متاثرین مر چکے ہیں اسلئے صرف چند لوگ بچے ہیں جو ابھی اس کے بارے میں بات کر سکتے ہیں. اگرچہ میں بھی بوڑھی ہو رہی ہوں، میں جہنم کے مناظر کے متعلّق بات کرنا چاہتی ہوں جو ابھی بھی مجھے اچھی طرح یاد ہیں، اور نوجوان لوگوں کے ساتھ مکمل طور پر اپنے تجربات کو بانٹنا چاہتی ہوں اسلئے کہ جوہری ہتھیاروں کا استعمال دوبارہ نہ کیا جائے- پرائمری اسکول میں پڑھنے والے میرے پوتے کو جنگ اور امن میں دلچسپی ہے اور وہ مجھ سے پوچھنے آتا ہے کہ، دادی ماں، آپ کا اے-بم کا تجربہ کیسا تھا؟" میں واقعی میں امید کرتی ہوں کہ ہم ایک ایسی دنیا تشکیل دے سکتے ہیں جہاں کوئی بھی اس طرح کی مشکلات کا سامنا نہ کرے-

عنوان	"ایٹم بم کے متاثری‌ن کی یادداشتیں" ان تحریروں کی حوصلہ افزائی کا منصوبہ
ایڈیشن	دوسرا ایڈیشن
تاریخ اجراء	31 مارچ 2013
مرتبہ	ہیروشیما امن وثقافت فاؤنڈیشن
جاری کردہ	وزارت محنت، صحت و بہبود
	1-2-2 کاسُومی گاسیکی، چیوداوارڈ، ٹوکیو
	+81 (0)3-5253-1111